www.urduchannel.in

رئیس صدیقی

جان پہچان

(بچوں کے ادیبوں اور شاعروں سے انٹرویوز)

اردو چینل
www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

رئیس صدیقی

جان پہچان

(بچوں کے ادیبوں اور شاعروں سے انٹرویوز)

www.urduchannel.in

یہ کتاب
دہلی اردو اکیڈمی، حکومت دہلی
کے جزوی مالی تعاون سے شائع ہوئی۔

www.urduchannel.in

جان پہچان

(بچوں کے ادیبوں اور شاعروں سے انٹرویوز)

رئیس صدیقی

(اردو مجلس، آل انڈیا ریڈیو، نئی دہلی)

زیر اہتمام:

تخلیق کار پبلشرز

104/B ۔ یاور منزل، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی ۔ ۱۱۰۰۹۲

www.urduchannel.in

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : **جان پہچان** (بچوں کے شاعروں اور ادیبوں سے انٹرویوز)

ناشر و مصنف: رئیس صدیقی

پتہ : اُردو مجلس، آکاشوانی، نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۱

تعداد : ۴۰۰

زیر اہتمام : انیس امروہوی

○ **تخلیق کار پبلشرز**

104/B ۔ یاور منزل، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی ۔ ۱۱۰۰۹۲

سرورق : مسعود التمش

کمپوزنگ : رچنا کار پروڈکشنز، لکشمی نگر، دہلی ۔ ۱۱۰۰۹۲

مطبع : کلاسِک آرٹ پرنٹرس، چاندنی محل، دریا گنج، نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۲

ملنے کے پتے:

- کتابی دُنیا، ترکمان گیٹ، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
- اہلو والیہ بکڈپو، ۹۹۸۸/۴۵ ۔ نیو روہتک روڈ، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۵
- مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۔ ۲۰۲۰۰۱ (یو ۔ پی)
- ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، گلی وکیل، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد ۔ (آندھرا پردیش)
- کتب خانہ انجمن ترقی اردو، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
- بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ (بہار)

T.P.: 0152 ISBN-81-87231-85-8

JAAN PEHCHAN 2007

(Interviews of writers and poets for children) Rs. 100.00

By RAEES SIDDIQUI

TAKHLEEQKAR PUBLISHERS

104/B - YAWAR MANZIL, I-BLOCK, LAXMI NAGAR, DELHI-110092

Ph.:011-22442572, 65295989 E-mail:qissey@rediffmail.com

www.urduchannel.in

پیش لفظ.....

بچوں کا

ادب

لکھنا

بڑوں کے

ادب

لکھنے سے

کہیں زیادہ

مشکل ہے

اور

اس سے زیادہ

مشکل ہے

ان لوگوں سے

بالمشافہ گفتگو

جو

بچوں کا ادب

لکھتے ہیں۔

ــــ رئیس صدیقی

www.urduchannel.in

○

بچوں کے اُن ادیبوں اور شاعروں کے نام

جنہوں نے بچوں کی ادبی خدمات کے لئے

اپنی تخلیقی زندگی وقف کر دی۔

○○

www.urduchannel.in

ترتیب

۱۔ میری بات _____ ۰۹

۲۔ تعارف نامہ: رئیس صدیقی _____ سمیرالحق ۱۳

۳۔ بچوں کا ادب اور رئیس صدیقی _____ پروفیسر تنویر احمد علوی ۱۵

۴۔ رئیس صدیقی اور بچوں کی کہانیاں _____ مخمور سعیدی ۲۱

۵۔ ''جان پہچان'': میری نظر میں _____ پروفیسر مظفر حنفی ۲۳

انٹرویوز:

۱۔ بچوں کے نیّر صاحب (کہانی نویس اور شاعر) _____ ۲۵

۲۔ اظہر افسر (ڈرامہ نگار) _____ ۳۲

۳۔ احمد جمال پاشا (طنز و مزاح نگار) _____ ۳۹

۴۔ مفتوںؔ کوٹوی (ادیب و شاعر) _____ ۴۳

۵۔ مظہرالحق علوی (کہانی نویس و ادیب) _____ ۴۷

۶۔ عدیل عباسی جامی چڑیا کوٹی (شاعر) _____ ۵۱

۷۔ قیصر سرمستؔ (ادیب و مصور) _____ ۵۶

۸۔ سعادت صدیقی (کہانی نویس) _____ ۶۲

۹۔ نثار عباسی (شاعر) _____ ۶۵

۱۰۔ قدیر جاوید پریمی (صحافی، ناول نگار و کہانی کار) _____ ۷۳

۱۱۔ کیف احمد صدیقی (شاعر) _____ ۷۹

۱۲۔ شکیل جاوید (کہانی نویس) _____ ۸۴

۱۳۔ عادل جعفری (شاعر) _____ ۸۹

۱۴۔ یوسف جمال (مزاحیہ شاعر) _____ ۹۳

۱۵۔ ظہیر نیازی (کہانی نویس) _____ ۹۷

۱۶۔ شکیل انوار (کہانی نویس) _____ ۱۰۰

۱۷۔ سلمان عباسی (شاعر) _____ ۱۰۵

۱۸۔ خیال انصاری (شاعر و ادیب) _____ ۱۰۸

۱۹۔ اظہار اثر (سائنسی مضمون، کہانی و ناول نگار، شاعر) _____ ۱۱۱

۲۰۔ مظفر حنفی (شاعر و ادیب) _____ ۱۱۵

۲۱۔ رئیس صدیقی (ادیب و شاعر) _____ ۱۲۱

OO

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

میری بات

میرا بچپن بھی بہت سے بچوں کی طرح خواہشوں سے پُر تھا۔فرق صرف یہ تھا کہ میں کھلونوں یا کپڑوں کے لئے ضد نہیں کرتا تھا بلکہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ میں ہر اعتبار سے دوسرے بچوں سے مختلف نظر آؤں۔لہٰذا پڑھائی لکھائی کے ساتھ ساتھ، رہن سہن اور ملنے جلنے میں ایک خاص انداز کا لحاظ رکھتا تھا، اور جب میرا بچپن سن بلوغت کی طرف رواں دواں تھا،تو دوسرے طالب علموں کی طرح میں بھی اپنے کیریئر سے متعلق بہت سے سپنے سنجونے لگا۔کبھی سوچتا کہ ڈاکٹر بنوں گا،تو کبھی وکیل یا جج بننے کی خواہش پیدا ہوتی۔کبھی آئی۔اے۔ایس۔آفیسر یا کبھی شہر کوتوال اور کبھی پروفیسر یا ادیب،کبھی اداکار یا ریڈیوٹی۔وی آرٹسٹ بننے کی خواہش پیدا ہوتی۔لیکن ان میں سے کچھ بھی بننے کے لئے مخصوص عمر اور اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔

جبکہ مجھ میں بچپن ہی سے کچھ ایسا کر گزرنے کی تمنا اور لگن تھی کہ جس سے میں اپنے ہم عمروں میں منفرد نظر آؤں۔لہٰذا ان سب میں ادیب بننا قدرے آسان لگا۔کیوں کہ اس میں نہ کسی متعین اور مخصوص تعلیم کی ضرورت تھی نہ عمر کی۔یعنی ذاتی مطالعہ کی بنیاد پر کسی بھی عمر میں کوئی بھی شخص باعلم ہوسکتا ہے اور اپنے لکھنے کے شوق کو جِلا دے سکتا ہے۔لہٰذا میں نے سب سے پہلے بچوں کے لئے کہانیاں لکھنی شروع کیں، اور میرے لئے یہ بے پناہ خوشی کی بات ہے کہ میری پہلی کہانی روزنامہ ''قومی آواز''،لکھنؤ کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوئی۔

اس کے بعد ماہنامہ ''کھلونا'' دہلی، ''پیام تعلیم'' دہلی، اور ماہنامہ ''نور'' رامپور

www.urduchannel.in

جیسے مشہور ومقبول رسالوں میں باقاعدگی سے لکھتا رہا۔اس دوران یہ بھی عِلم ہوا کہ آج کے بہت سے بڑے افسانہ نگار، ناول نویس اور شعراء حضرات نے اپنی تخلیقی زندگی کا آغاز بچوں کے لئے نظمیں یا کہانیاں لکھ کر ہی کیا تھا۔افسوس! کہ اس ستم ظریفی سے بھی آگہی ہوئی کہ تمام بڑے ادیب اور شاعر ''بڑا'' بننے کے بعد بچوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔لہٰذا میں نے عزم کیا کہ میں جب تک بچوں کے احساسات اور جذبات اور ان کے ذہن اور ان کی زبان کو سمجھنے کا اہل رہوں گا،تب تک بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لکھتا رہوں گا۔

یہی وجہ ہے کہ اب تک بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لئے بھی میں مسلسل لکھ رہا ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ میری فہرستِ مطبوعات میں اب تک بچوں کی پانچ کتابیں شامل ہوچکی ہیں.....

۱۔''شیروں کی رانی'' (بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ)، ۲۔اچھا خط کیسے لکھیں؟، ۳۔زبان اردو (حصہ اول)، ۴۔زبان اردو (حصہ دوم)، ۵۔اردو لرننگ کورس (ہندی سے اردو سکھانے کی مکمل گائڈ)۔

.....اور ابھی بھی میں بچوں کے لئے مختلف موضوعات پر کتابیں ترتیب دے رہا ہوں۔ مثلاً بچوں کی ۲۵ رکہانیوں کا مجموعہ ''ننھا بہادر'' زیر اشاعت ہے، جبکہ دیگر ۲۵ رکہانیوں کا مجموعہ ''باتونی لڑکی'' زیر ترتیب ہے۔

اِس دوران روایتی ادبی کاموں سے ہٹ کر میرے ذہن میں ایک بات آئی کہ یوں تو لوگ شکوے کرتے رہتے ہیں کہ بچوں کا ادب نہیں کے برابر لکھا جا رہا ہے، یا لوگ بچوں کے لئے لکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے ذاتی طور پر محسوس کیا کہ بچوں کے لئے لکھنے والوں کو جو عزت واحترام اور مقام حاصل ہونا چاہئے، وہ اردو دنیا میں انہیں حاصل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ بچوں کے ادیبوں اور شاعروں پر مضمون لکھنا بھی قدرے کم اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے، اور انٹرویو کرنے کے بارے میں تو کوئی سوچتا بھی نہیں ہے۔اس حقیقت کے پیشِ نظر میں نے یہ عزم کیا

www.urduchannel.in

کہ میں بچوں کے ادیبوں اور شاعروں سے انٹرویوز کروں گا تاکہ اُن میں یہ احساس جاگزیں ہو کہ وہ بھی بڑوں کے لئے لکھنے والوں سے کم نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ نیا کرنے کی سوچ کے تحت، میں نے یہ ارادہ کیا کہ ان بچوں کے ادیبوں اور شاعروں کو بچوں سے متعارف کراؤں جو صرف بچوں کے لئے لکھتے ہیں یا بچوں کے لئے زیادہ لکھتے ہیں۔ لہٰذا میں نے ماہنامہ ''ٹافی'' لکھنؤ کے مالک اور نگراں جناب معظم جعفری اور اس کے ایڈیٹر جناب مشکور احمد سے ملاقات کی اور اپنا یہ منصوبہ ان کے سامنے رکھا۔ چونکہ معظم جعفری اور مشکور احمد بچوں کے ادب کی خدمت صِدق دِلی سے کر رہے تھے اور انہیں بچوں کے ادب اور ادیبوں کی اہمیت کا بھی اندازہ تھا، اس لئے نہ صرف وہ میرے ہم خیال ثابت ہوئے بلکہ انہوں نے اس سلسلے کو یعنی بچوں کے ادیب یا شاعر کا انٹرویو ہر ماہ چھاپنے کا فیصلہ کرتے ہوئے یہ کام میرے سپرد کر دیا۔ یہ میری خوش نصیبی کہ نہ صرف معظم جعفری اور مشکور احمد صاحب نے، بلکہ ماہنامہ ''ٹافی'' لکھنؤ کے قارئین نے بھی اس سلسلے کو بہت سراہا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کے ادیبوں اور شاعروں کو متعارف کرانے کے دیگر ذرائع بھی تھے۔ مثلاً مختصر یا تفصیلی تعارف نامہ۔ لیکن اس میں عملی دشواری یہ تھی کہ مضمون نگار کے اپنے ذاتی تاثرات بھی شامل ہو جاتے ہیں جو کہیں مثبت ہوتے ہیں تو کہیں منفی۔ دوسری بات یہ کہ ادیب یا شاعر کی زندگی کے بہت سے گوشے تشنہ رہ جاتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ قاری کے ذہن میں بہت سے سوال ابھرتے ہیں جس کے جواب بسا اوقات مضمون میں نہیں ملتے ہیں۔ لہٰذا میں نے ادیبوں اور شاعروں کو متعارف کرانے کا بہترین ذریعہ سمجھا ملاقات، یعنی انٹرویو کر کے شائع کرانا۔

ظاہر ہے انٹرویو کرنے سے پہلے سوال نامہ تیار کرنا ہوتا ہے۔ سوال نامہ تیار کرتے وقت میں نے ہمیشہ بچہ بن کر یا یوں کہیے کہ بچے کس طرح کے سوالات کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں، یا وہ کیا جاننا چاہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کل ملا کر سوالات کے ذریعے میں نے وہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جن کے جوابات میں بچوں کو

نہ صرف دلچسپی ہو بلکہ ان کو مطلوبہ معلومات بھی حاصل ہو جائیں۔ یوں تو میں نے ہر انٹرویو سے پہلے تمہید سے گریز کیا ہے لیکن جناب محمد شفیع الدین نیّر جیسے مشہور و مقبول بچوں کے ادیب اور شاعر کا انٹرویو بغیر کسی تمہید کے لکھنا گویا ان کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔

بہرحال، محمد شفیع الدین نیّر، اظہر افسر، احمد جمال پاشا، مفتوں کوٹوی، مظہر الحق علوی، عدیل عباسی جامی چڑیا کوٹی، قیصر سرمست، سعادت صدیقی، ثار عباسی، قدیر جاوید پریمی، کیف احمد صدیقی، شکیل جاوید، عادل جعفری، یوسف جمال، شکیل انوار، سلمان عباسی، خیال انصاری، اظہار اثر اور ڈاکٹر مظفر حنفی کے انٹرویوز اس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کئی ادیب اور شاعر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ کاش اُن کی زندگی میں ہی یہ مجموعہ شائع ہو جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

یہاں شکیل انوار صاحب کا ذکر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ نہ صرف کہانی نویس ہیں بلکہ ایک اچھے آرٹسٹ بھی ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے فوٹو اسکیچ آپ نے بہت سے رسالوں میں دیکھے ہوں گے۔ اس مجموعے میں شامل سبھی ادیبوں اور شاعروں کے لائن اسکیچ بھی ان ہی کے فن کمال کے مرہونِ منّت ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے لیے میں ''تخلیق کار پبلشرز'' کے روحِ رواں جناب انیس امروہوی کا شکریہ ادا کرنا اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اس کتاب کو سجانے اور سنوارنے میں نہ صرف اپنا قیمتی وقت دیا بلکہ پُرخلوص تعاون بھی پیش کیا۔

''جان پہچان''...... اگر آپ کو ہماری یہ کوشش پسند آ گئی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ثمر آور ہوئی........... بہت بہت شکریہ!

ـــــ رئیس صدیقی

302/11, Shahjahanabad Apartments
Sector-11, Dwarka, New Delhi-110075
Mob. 9810141528, 9811426415

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

تعارف نامہ: رئیس صدیقی

نئی دہلی کے صفدر ہاشمی روڈ، نزد منڈی ہاؤس میں واقع شری رام سینٹر میں، دہلی اردو اکادمی کے سالانہ جلسہ تقسیم ایوارڈ کی تقریب تھی اور دہلی کی وزیر اعلیٰ محترمہ شیلا دکشت نے دہلی ریڈیو اسٹیشن کے اردو مجلس پروگرام کے نگراں جناب رئیس صدیقی کو اس پروگرام میں الیکٹرانک میڈیا ایوارڈ ۲۰۰۴ء سے نوازا تھا۔ اس ایوارڈ میں انہیں اکیس ہزار روپے، توصیف نامہ، شیلڈ اور شال پیش کی گئی تھی۔ گزشتہ بائیس برسوں کے دوران دہلی اردو اکادمی نے اپنے اس زمرہ کے چوتھے ایوارڈ سے رئیس صدیقی کو نوازا تھا۔ میں اسی پروگرام میں خاص طور پر اُن کے لیے حاضر ہوا تھا۔

رئیس صدیقی گزشتہ ۲۱/ برسوں سے الیکٹرانک میڈیا (ریڈیو، ٹی۔وی) میں سرگرم عمل ہیں۔ رئیس صدیقی اردو زبان وادب اور الیکرانک میڈیا کا ایک جانا پہچانا نام ہے۔ ان کا تعلق اتر پردیش کے شہر لکھنؤ سے ہے۔ ایم۔اے (ہندی اور اردو) اور بی۔ایڈ۔ کرنے کے بعد صحافت میں دلچسپی کے باعث انہوں نے ''اَیڈوانسڈ ڈِپلومہ اِن ماس میڈیا'' کیا۔ اس کے بعد اردو، ہندی اور انگریزی صحافت سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی پانچ کتابیں، ''شیروں کی رانی'' (بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ)، ''اچھا خط کیس لکھیں؟''، ''اردو لرننگ کورس'' (ہندی سے اردو سکھانے کی گائڈ) اور ''زبان اردو'' (حصہ اول و دوم) وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ غزلیں، افسانے اور سائنس، فلم، کھیل وغیرہ مختلف ادبی موضوعات پر مضامین، نیز زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات سے انٹرویوز، تراجم اور بچوں کے لئے کہانیاں ومضامین وغیرہ ملک و بیرون

www.urduchannel.in

ملک سے شائع ہونے والے تقریباً تمام اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہمہ گیر شخصیت کے مالک رئیس صدیقی ۱۹۸۳ سے ۱۹۹۰ء کے دوران بطور فری لانسر اسٹیج، ریڈیو اور ٹی۔وی پر اپنے فن کا مظاہرہ بھی کرتے رہے۔ دہلی دُوردرشن پر ''گھریلو نسخے، یوا منچ، آئینہ، بزم، ساتھ ساتھ، ننھی دنیا، آس پاس'' اور ''سماچار ڈائری'' وغیرہ جیسے پروگرام پیش کرنے کے ساتھ ساتھ'' آسماں کیسے کیسے، آزادی کی کہانی، بھیڑ میں ایک چہرہ، رمتے روما'' جیسے سیریل اور ''سمکھی، غریبی، خواہش'' وغیرہ ٹیلی فلموں، ''آپس داری'' اور ''سڑک کا بیٹا'' وغیرہ مختصر فلموں میں اپنے فن کا مظاہر کر چکے ہیں۔ آکاش وانی کی علاقائی، قومی اور بیرونی نشریات نیز شعبہ نیوز کے لئے ہندی اور اردو میں نیوز ریڈر، اناؤنسر، کوئز ماسٹر، مبصر، اِنٹرویور، اسکرپٹ رائیٹر، ہدایتکار، مضامین، کہانی اور ڈراما نویس کی حیثیت سے بھی بخوبی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

نئی دہلی میں منعقد نیشنل فیسٹول آف ڈرامہ میں ان کی ہدایت میں پیش کردہ ڈرامہ ''نشچا تاپ'' کو قومی انعام سے نوازا گیا۔

رئیس صدیقی کی ثقافتی وادبی اور میڈیا کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف ادارے انہیں کئی اعزازات سے سرفراز کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی، ہندی اور اردو اخبارات ورسائل میں اکثر ان پر لکھی گئی آراء اور ان سے لئے گئے انٹرویوز بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔

۱۹۹۱ء میں یونین پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ آل انڈیا ریڈیو میں پروگرام ایگزیکٹیو کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ آکاشوانی بھوپال، آل انڈیا ریڈیو کی بیرونی نشریات، اردو ہندی سروس اور دوردرشن ہیڈکوارٹر میں خدمات انجام دینے کے بعد آج کل رئیس صدیقی آکاشوانی کے اردو مجلس پروگرام کے سربراہ ہیں۔ ○○

ــــ سمیر الحق (نمائندۂ دہلی)

(ہفتہ روزہ جدید مرکز، نئی دہلی، لکھنؤ، ممبئی)

www.urduchannel.in

—پروفیسر تنویر احمد علوی

بچوں کا ادب اور رئیس صدیقی

رئیسؔ صدیقی ایک اچھے انسان اور بہت اچھے منتظم ہیں۔ انھوں نے اپنی ان صفتوں میں ایک اور صفت کا پچھلے چند برسوں میں اضافہ کر لیا ہے، جو ہر طرح لائقِ تحسین اور قابلِ قدر ہے۔ یہ اُن کا تصنیف وتالیف کا شوق ہے اور اس کی بھی ایک سمتِ سفر ہے جس کو انھوں نے چنا ہے اور ایک نہایت اہم اور ضروری کام کی ذمہ داری قبول کی ہے، اور یہ اُردو سے اُن کی محبت اور اُردو زبان کی ترویج وترقی سے اُن کی دلچسپی کا نتیجہ ہے۔

بچوں کے لیے لکھنا بظاہر جتنا آسان لگتا ہے، اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ بچوں کی اپنی زبان ہوتی ہے، اندازِ بیان ہوتا ہے، اُن کی سیکھی ہوئی اور اپنائی لفظیات ہوتی ہیں، اور اس میں باتیں کرنا اور دوسروں کی کہی بات کو سمجھنا اُن کے لیے ایک فطری عمل ہے، اور ایک ایسی قدرتی حد ہے جس کو وہ پار نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ عمر کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں، اس میں ماحول کے اچھے بُرے اثرات بھی شامل رہتے ہیں۔ بچّے کے لیے اس کی مادری زبان یا اس کے ماحول کی بات چیت کی بولی ٹھولی اظہار کا سلیقہ اور طریقہ اس کے لیے سیکھنے سمجھنے اور خود اپنی گفتگو اور جستجو کو اس کے ذریعہ آگے بڑھانے کا موقع ایک قدرتی دین کے طور پر ہوتا ہے۔

شروع شروع میں بچّہ جو کچھ سیکھتا ہے، وہ اپنی مادری زبان کے ہی ذریعہ سیکھتا ہے۔ چاہے وہ جغرافیہ ہو، تاریخ ہو، سماجی معلومات ہو، یا سائنسی معلومات، وسیلہ مادری زبان یا اس کے ماحول میں ہونے والی یا پائی جانے والی گفتگو ہوتی ہے لیکن آج کل

www.urduchannel.in

لوگ مادری زبان کو سیکھنے اور سمجھنے پر بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ تلفظ اور اِملا کے بارے میں ہماری معلومات ضرورت کی سطح سے بھی بہت نیچی ہوتی ہے۔

پہلے تو اُردو زبان کو پڑھایا ہی نہیں جاتا تھا۔ اب سے دوسو برس پہلے اس وقت کے انگریز حکمرانوں نے اُردو کی تعلیم وتدریس پر بھی توجہ دی اور ایسی کتابیں لکھی گئیں جن کی وجہ سے ہندوستان کی اس عام زبان کو سیکھنے، اس کے محاورے کو سمجھنے اور اس کے الفاظ کو درستگی کے ساتھ ادا کرنے میں سہولت ہو۔ مگر اُس وقت بھی بچوں کو یہ زبان کیسے سکھائی جائے اس خاص مقصد سے کوئی کام نہیں ہوا۔ دھیرے دھیرے اس پر ہماری توجہ بھی مبذول ہوئی، اور ایسا لٹریچر بھی سامنے آیا جو بچوں کے لیے لکھا گیا اور ان کی نفسیات اور تعلیمی ذوق وشوق کو پیشِ نظر رکھ کر کچھ تخلیق پارے تیار کیے گئے۔ مولانا محمد حسین آزاد، حالیؔ اور سرسیّد بھی اس طرف توجہ فرما ہوئے۔ لیکن سب سے زیادہ کام مولانا اسمٰعیلؔ میرٹھی نے کیا۔ اس کے بعد اس ضرورت کو محسوس کرنے والے کچھ اور ادیب بھی پیدا ہوئے۔ اب سے کچھ پہلے جامعہ کے شفیع الدین نیّر صاحب نے اپنی پوری زندگی اس کام کے لیے وقف کر دی۔

بچوں کے لیے ایسی چھوٹی چھوٹی سادہ اور سلیس زبان میں کتابیں لکھنا جس تک بچّے آسانی سے پہنچ جائیں، اس سلسلے میں نہایت ضروری کام ہے جو نسبتاً زیادہ محنت اور خلوصِ خاطر کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ آسان نہیں ہے۔ کم سے کم پڑھے لکھے طبقہ کے لیے کہ وہ مشکل الفاظ کا سہارا لیے بغیر اپنی بات کہہ جائیں اور اس طرح کہہ جائیں کہ وہ بچوں کے لیے ذہن نشین اور خاطر نشاں ہو جائے۔ انگریزی میں ہم ایسی بہت سی کتابیں دیکھتے ہیں جن میں بچّوں کے لیے بہت کچھ لکھا اور چھاپا گیا ہے اور بہت پُرکشش کتابیں سامنے آئی ہیں۔ اس کام میں اِس زبان کے عالمی چلن اور اس کی پذیرائی کو بھی دخل ہے۔ اُردو میں اس کام کی انجام دہی، ایک گہری دلچسپی، خلوصِ نیت اور علمی خدمات سے سرتاپا تعلق کے بغیر اُردو زبان کے لیے یہ کام کون کرے جس میں چند در چند الجھنیں اور مشکلات شریک ہیں۔

www.urduchannel.in

رئیسؔ صدیقی کی یہ کوشش قابلِ تحسین ہے کہ انھوں نے پچھلی ربع صدی میں اس کام سے اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور بچوں کے لیے کتابیں لکھیں۔ چھوٹی چھوٹی مگر خوبصورت کتابیں، صاف ستھرا انداز اور سادہ شگفتہ الفاظ اُن کو اُردو زبان، ساخت الف، ب، ت، ث، سکھانے کی کوشش اس انداز سے عمل میں آئی ہے جس پر اس سے پیشتر اس طرح غور وفکر نہیں کیا گیا۔ ''قاعدہ بغدادی'' اُن بچوں کے لیے تھا اور ہے، جنھیں ''قرآن پاک'' پڑھنے کی غرض سے بٹھایا جاتا تھا اور اردو سیکھنے اور سکھانے کے لیے کچھ کتابچے بھی تھے، مگر حروف والفاظ کو الگ اور ایک دوسرے کے ساتھ رکھ کر کیسے سیکھا اور سکھایا جائے، اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاسکی۔

''زبانِ اُردو'' (حصہ اوّل) میں سب سے پہلے اردو حروف تہجی لکھے گئے ہیں اور ان کی ترتیب وہی رکھی گئی ہے جو ہماری زبان میں مروج ہے۔ اس کے بعد اُن حروف کی فہرست دی گئی ہے جو ہائے دوچشمی کے ساتھ مخلوط ہوکر آتے ہیں۔ بچوں کی سہولت کے پیشِ نظر انھوں نے ہم شکل حروف کو ایک دوسرے کے ساتھ لکھا ہے۔ اس طرح ان کو تحریری طور پر اپنے قلم سے لکھنا نئے سیکھنے والوں کے لیے سہولت کا باعث بن سکتا ہے۔ عربی اور فارسی کے لیے چودہ حروف الگ سے دیے گیے ہیں۔ رئیسؔ صدیقی صاحب نے اُردو حروف کی لکھائی سکھانے کی غرض سے کچھ ہدایات بھی حروف کے ساتھ لکھی ہیں۔ اصل مسئلہ اِملا کا ہے اور اس پر رئیسؔ صدیقی نے تفصیل سے نظر ڈالی ہے۔ جو محنت طلب کام ہے اور عملی دشوارایوں اور دقتوں سے اس کا گہرا واسطہ ہے۔ انھوں نے اعراب کو لکیر کھینچ کر دکھایا ہے تاکہ بات سمجھنے اور سمجھانے میں سہولت ہو۔ علامت، جذم، مد، تشدید اور تنوین کو بھی سمجھایا گیا ہے اور یہ کام غالباً پہلی مرتبہ اُردو زبان کی تدریسی ضرورتوں کے پیشِ نظر سامنے آیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ پہلا حصہ بے حد اہم ہے۔ اِملائی نقطۂ نظر سے کہاں کس حرف یا کس علامت کو استعمال کیا جائے، اس کے متعلق جو اشارہ اور اشارات اور ہدایات رئیسؔ صدیقی صاحب کے ہاں ملتی ہیں، وہ قابلِ توجہ ہیں۔

''زبان اردو'' (حصّہ دوم) میں سکھانے کے عمل کو دو سطح پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک عام سطح ہے جس میں وقت اور زمانے انگریزی ہندوستانی اور عربی مہینوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ پڑھائی لکھائی سے متعلق اِداروں کے نام آئے ہیں۔ کھیل کود، تفریح اور کھانے پینے کی چیزوں سے متعلق نام درج کیے گئے ہیں۔ پیشہ ور لوگوں کو الگ سے شامل کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہّ مذہبی تعلیمات پر ہے جو بہت سادہ زبان میں ہے۔ اسی میں تیسرے حصّے کو بھی شامل سمجھیں جو اچھی اچھی باتوں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک طرح کی بچوں اور بڑوں کے لیے جنرل نالج کی کتاب بھی ہے۔

رئیسؔ صدیقی صاحب نے حصہ دوم میں بچوں کا ذخیرۂ الفاظ بڑھانے کے لیے ایسے الفاظ کا سہارا لیا ہے جس سے آج کل کی زندگی میں ان کا واسطہ پڑتا ہے۔ یہ ایک مناسب طریقہ کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے گھروں میں جن باتوں کے متعلق کوئی تصویر یا ذہنی تصویر نہیں پائی جاتی، بچوں کے لیے اس کو سمجھنا مشکل ہے۔ رئیسؔ صدیقی صاحب نے اس کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کا یہ طریقہ قابلِ تعریف ہے۔

رئیسؔ صدیقی صاحب نے اس سلسلے میں مذہبی معلومات اور تعلیم کے ساتھ وابستہ اخلاقی تقاضوں کو بھی سامنے رکھا ہے اور بچوں کے اپنے روّیے، فکری پیمانے اور اندازِ نظر کے مطابق بھی کچھ باتوں کو شامل کیا ہے۔ مثلاً یہ اشعار.....

جب کام کا وقت ہو کرو کام
بھولے سے بھی کھیل کا نہ لو نام
خوش رہنے کا ہے یہی طریقہ
ہر بات میں چاہیے سلیقہ
چھوڑو نہیں کام کو ادھورا
بے کار ہے جو ہوا نہ پورا

''اُردو لرننگ کورس'' رئیس صدیقی صاحب کی ایک اور کتاب ہے۔ اِسے بھی انھوں نے بہت سوچ بچار کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور مختلف مسائل پر جو اُردو سیکھنے

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

والوں کو پیش آتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ الگ الگ عنوان قائم کر کے روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہندی کے ذریعہ اُردو سکھانے کی ایک قابلِ تحسین کوشش کی گئی ہے۔

اُردو کا مسئلہ ہندی والوں کے لیے کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے کہ دونوں کی قواعد ایک ہے۔ حروف، افعال اور افعال کے متعلق زمانہ کی تقسیم ایک ہے۔ دشواری صرف یہی پیش آتی ہے کہ اُردو میں جو آوازیں عربی فارسی سے ماخوذ ہیں، ان الفاظ کے ساتھ آئی ہیں، جو براہ راست عربی یا فارسی کے ذریعہ اُردو میں منتقل ہوئے ہیں، اُن کا الگ الگ تلفظ تو مشکل ہے لیکن حرف اور لفظ کی صورت میں پہچان ضروری ہے۔ اس کے بغیر مزاج نہیں بنتا۔

رئیس صدیقی صاحب نے مختلف علامتوں والے حروف والفاظ کو الگ الگ لکھ کر ان کو ذہن نشین کرانے کے لیے سلسلہ درسلسلہ ان الفاظ اور حروف کو پیش کیا ہے جو اُن کے تلفظ کو پوری طرح نہیں جانتے اور اِملائی سہولتوں کی حد تک رئیس صدیقی نے حرف وصوت کے اس پیچیدہ مسئلے کو سلجھانے کی ایک سنجیدہ علمی کوشش کی ہے۔ اگر ہم غور سے رئیس صدیقی صاحب کے کام کو دیکھیں اور اس کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ اندازہ ضرور ہوگا کہ انھوں نے بچوں کو اُردو سکھانے کے طریقے اور سلیقے پر اپنے طور سے غور کیا ہے اور اس کا امکان ہے جو لوگ اس سطح پر زبان سیکھنے یا سکھانے کے مرحلے میں ہیں ان سے مشورہ بھی کیا ہو۔

ان کی ایک اور چھوٹی سی کتاب ہے۔ اس میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ نئے لکھنے پڑھنے والوں کو خط لکھنے کے کچھ آداب اور طریقے سکھائے جائیں۔ اس خوبصورت کتاب کا نام انھوں نے ''اچھا خط کیسے لکھیں؟'' رکھا ہے۔ اس میں موجود زیادہ تر خط رشتہ داروں کے نام ہیں۔ یہ ایک ضروری کام بھی ہے۔ اس سلسلے میں رئیس صدیقی کا مشورہ بھی قابلِ توجہ اور لائق تعریف ہے۔

رئیسؔ صدیقی صاحب بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھتے رہتے ہیں اور پھر یہ کہنے

www.urduchannel.in

کا موقع ہے کہ ایسی کہانیوں کے لیے عام سلیقہ وطریقہ کام نہیں آتا۔ کہانی کا نام، اس کے کردار اور ان کا تعارف ایک الگ آرٹ کا درجہ رکھتا ہے۔ رئیسؔ صدیقی صاحب نے اپنی کہانیوں کے ذریعہ اسے سمجھنے اور سلجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

OO

—پروفیسر تنویر احمد علویؔ
سابق صدر شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

www.urduchannel.in

رئیس صدیقی اور بچوں کی کہانیاں

جناب رئیس صدیقی بڑوں کے لئے بھی لکھتے ہیں اور بچوں کے لئے بھی۔ عام طور پر ہمارے قلمکار بچوں کے لئے لکھنے سے گریز کرتے ہیں اور ایسا غالباً یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ بڑوں کے ادب کے مقابلے میں بچوں کے ادب کی اہمیت نسبتاً کم ہے۔ لیکن اس کی ایک اور وجہ بھی ہے جو زیادہ حقیقی ہے۔ دراصل بچوں کے لئے لکھنا خاصا مشکل کام ہے۔ اس کے لئے بچوں کی نفسیات اور ان کی دلچسپیوں کو سمجھنا اور ایسا طرز تحریر اختیار کرنا جو اُن کے لئے قابل قبول ہو، بہت ضروری ہے، اور ان تقاضوں سے ایک پختہ کار ادیب ہی عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ اقبال ہمارے زمانے کے سب سے بڑے شاعر ہیں، اگر بچوں کے لئے لکھنا کوئی کمتر درجہ کا کام ہوتا تو وہ ہرگز اس طرف متوجہ نہ ہوتے۔ انہوں نے بچوں کے لئے ایسی نظمیں لکھیں جو نہ صرف برسوں سے نصابی کتابوں کی زیب وزینت بڑھا رہی ہیں بلکہ بچے انہیں بے حد ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔

جناب رئیس صدیقی کی کہانیاں بچوں کی نفسیات اور ان کی پسند، دونوں کو ملحوظ رکھ کر لکھی گئی ہیں اور رئیس صاحب نے طرز تحریر بھی ایسا سادہ، سلیس اور رواں دواں اختیار کیا ہے جو بچوں کے لئے ان کہانیوں کو اور بھی زیادہ قابل مطالعہ بنا دیتا ہے۔ ان کہانیوں کی ایک اور خوبی اخلاقیات کا وہ درس ہے جو ایک موج تہہ نشیں کی طرح قدم بہ قدم ساتھ چلتا ہے۔ یہ پہلو اگر موج تہہ نشیں کی طرح نہ ہو کر سطح پر آجاتا تو نہ صرف یہ کہ کہانیاں، کہانیاں نہ رہ کر پند وموعظت کا دفتر بن جاتیں، بلکہ ان کی دلچسپی بھی یکسر ختم

www.urduchannel.in

نہیں تو کم ضرور ہو جاتی اور یہ ان کا ایک بڑا نقص ہوتا۔ یہ رئیس صدیقی صاحب کی ایک بڑی کامیابی ہے کہ اپنے اِصلاحی نقطہ نظر کے باوجود اس نقص سے دامن بچا لے گئے ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ رئیس صاحب کی کہانیوں میں بھی اور ادب اطفال کے قدر شناسوں میں بھی خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوگی۔

ـــ مخمور سعیدی
(جے۔ ایکسٹینشن، کشن کنج، لکشمی نگر، دہلی۔ ۱۱۰۰۹۲)

www.urduchannel.in

"جان پہچان": میری نظر میں

ازبس کہ میری ادبی زندگی کا آغاز ہی بچوں کے لئے لکھنے سے ہوا ہے، بڑوں کے لئے تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی کام تو میں نے بعد میں انجام دیے اور اس کڑوی سچائی کا سامنا ہوا کہ عصر حاضر میں ہر چند کہ تخلیق کار عموماً تنقید کی ناانصافیوں، جانبداریوں اور بالا دستیوں کا شکار ہیں، لیکن نقادوں کی بے اعتنائی نے سب سے زیادہ ضرر بچوں کے ادیبوں اور شاعروں کو پہنچایا ہے۔ فی زمانہ اردو جس کساد بازاری سے نبرد آزما ہے۔ اس کے نتیجے میں کتابیں اور رسالے خریدنے کی روایت اردو والوں میں بے حد ضعیف ہوگئی ہے۔ درسی کتب ہی اردو پڑھنے والے بچوں کو بمشکل دستیاب ہوتی ہیں، بے چارے ادبی کتابیں کہاں سے خریدیں گے۔ ایسے میں ادب اطفال سے متعلق فنکاروں کو مالی فوائد کی توقع ہی نہیں ہوتی۔ لے دے کر ان کے کام کا معاوضہ، شہرت اور تنقیدی اعتراف کے ذریعے ہی ممکن ہے لیکن ان کا احوال سطور بالا میں عرض کر چکا ہوں۔ نقادوں کو میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ سے فرصت ملے تو دوسری جہتوں پر نظر کریں۔

اس تناظر میں مجھے رئیس صدیقی کی کتاب ''جان پہچان'' واقعی اچھی لگی۔ یہ ایک اہم کام ہے جو بیس ایسے ادیبوں اور شاعروں کے انٹرویوز پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنی عمر عزیز بچوں کے لئے کہانیاں، نظمیں، ڈرامے وغیرہ تخلیق کرنے میں کھپا دی ہے اور ان میں چند کو چھوڑ کر بقیہ سبھی وہ قلم کار ہیں جن کا میدان عمل تا عمر ادب اطفال ہی رہا ہے۔ رئیس صدیقی چونکہ خود بھی بچوں کے لئے لکھتے رہے ہیں، اس لئے ان کی گفتگو بڑی مسبوط، مربوط اور بچوں کے ادب کے مختلف ابعاد پر مرتکز نظر آتی ہے اور اس کے

ساتھ وہ متعلقہ ادیب/ شاعر کے سوانحی کوائف نیز تخلیقی و انفرادی تجربات کو بھی کرید کرید کر روشنی میں لائے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اردو کے ادبی حلقوں میں رئیس صدیقی کے اس کام کی قدر کی جائے گی۔

ـــمظفر حنفی
(سابق پروفیسر اقبال چیئر، کلکتہ یونیورسٹی)
ڈی-۴۰، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

بچوں کے نیّر صاحب

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اُردو زبان میں جتنے بڑے بڑے لکھنے والے یعنی ادیب اور شاعر ہوئے ان میں زیادہ تر ادیبوں اور شاعروں نے شروع شروع میں بچوں کے لیے نظمیں کہیں اور کہانیاں لکھیں ہیں۔ آج بھی بہت سے اردو کے ادیب اور شاعر بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ پیش کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اگر یہ فیصلہ کیا جائے کہ کون سا ادیب یا شاعر ایسا ہے جو صرف بچوں کا ادیب ہو یا صرف بچوں کا شاعر ہو اور جس نے اپنی ساری عمر صرف بچوں کے لئے تخلیقات پیش کرنے میں صرف کر دی ہو تو اس سوال کے جواب میں صرف ایک نام آتا ہے اور وہ ہے جناب محمد شفیع الدین نیّر کا نام۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا ہے کہ نیّر صاحب نے بچوں کے ادب کو

www.urduchannel.in

نئی راہ، نئی زندگی بخشی۔ آپ نے بچوں کے ادب کو بھوت پریت، جنوں اور پریوں کے دائرے سے نکالا اور اخلاقی و تربیتی نیز تعلیمی چیزیں لکھی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ ہندو پاک کے بچوں میں بے حد مقبول ہوئے۔

میں نے بھی بچپن سے آج تک نیّر صاحب کی بہت سی کہانیاں، نظمیں اور کتابیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ اِسی دوران میرے دل میں اس خواہش نے جنم لیا کہ نیّر صاحب سے ملاقات کروں اور بچوں کے لئے ایک انٹرویو لوں۔ آخر ایک دن یہ میری خواہش پوری ہوئی اور میں نے نیّر صاحب سے ایک انٹرویو لیا۔

نیر صاحب کی نجی زندگی کے متعلق میرے ذہن میں کئی سوال کُلبلائے اور پھر زبان تک آ گئے۔ نیّر صاحب نے میرے ابتدائی سوالوں کا جواب کافی تفصیل سے دیا۔ انھوں نے کہا۔

میرا پورا نام محمد شفیع الدین ہے اور نیّر میرا تخلص ہے۔ ہمارا خاندان اب سے آٹھ پشت پہلے مسلمان ہوا تھا۔ مورثِ اعلا کوئی بھٹناگر کائستھ بیان کیے جاتے ہیں۔ خود میں نے بھی اپنے خاندان کے بعض ہندو بزرگوں کو دیکھا ہے۔ میری تاریخ پیدائش ۸/اگست ۱۹۰۴ء ہے۔ میرا اصل وطن قصبہ اترولی ہے جو علیگڑھ ضلع میں واقع ہے۔ میں یہیں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم ایک دینی مکتب میں حاصل کی۔ چار سال کی عمر میں قاعدہ پڑھ لیا تھا۔ مکتب کی تعلیم ختم کرنے کے بعد مدرسہ مصباح العلوم میں داخلہ لیا اور حضرت سعدی کی گلستاں و بوستاں اور دیگر فارسی کتابیں پڑھیں۔

میرا تعلیمی سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ میں ایک بڑے حادثے سے دو چار ہوا۔ میرے والدِ محترم حکیم الدین صاحب جو کہ پولیس کانسٹیبل تھے، ۱۹۱۰ء میں انتقال کر گئے۔ مگر یہ میری خوش نصیبی تھی کہ میری والدہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود ایک تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بڑی عِلم دوست اور دُور اَندیش تھیں۔ خود محنت مزدوری سے زندگی بسر کرتی تھیں مگر چاہتی تھیں کہ میں پڑھ لکھ جاؤں۔ چنانچہ انھوں نے مجھے رشتے کے نانا مولانا لطف اللہ صاحب کے یہاں علی گڑھ بھیج دیا۔ وہاں

www.urduchannel.in

گھر کا ماحول اچھا تھا اور سلیقے کی باتیں سیکھیں اور وہیں رہ کر میرے اندر شعروشاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چونکہ میرے دِل میں تعلیم حاصل کرنے کی اُمنگ تھی جو وہاں رہ کر پوری نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے میں اپنی والدہ سے اجازت لے کر ۳/اپریل ۱۹۱۵ء کو دہلی آ گیا۔ اس وقت میرے پاس پانچ پیسے اور ایک جوڑی کپڑے تھے۔ میں دہلی میں اپنا خرچ نکالنے کے لیئے کچھ محنت مزدوری کر لیتا اور کچھ اخبار بیچ لیتا تھا۔

نیّر صاحب نے پہلو بدلا اور گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ ''میں یہاں منشی عبدالغنی صاحب کاتب کے یہاں رہ کر کتابت کرنے لگا۔ دن بھر کتابت سیکھتا اور صبح کے وقت گھر گھر اخبار بیچتا۔ ایک دن جامع مسجد کے امام شمس العلماء سید احمد صاحب نے، جن سے میری ایک ہاکر کی حیثیت سے جان پہچان ہوئی تھی، روک کر پوچھا..... ''کیا تم پڑھنا چاہتے ہو؟'' میں نے فوراً جواب دیا..... ''جی ہاں۔''

تین چار مہینے نجی طور پر پڑھا کر سید صاحب نے اینگلو عربک اسلامک اسکول (دہلی) کی ایک شاخ میں پانچویں درجے میں داخل کرا دیا اور میرا اخبار فروشی کا کام چھڑا کر اپنے گھر میں رکھ لیا اور اپنی اولاد کی طرح پڑھوانے لگے۔ خدا کے فضل و کرم سے میں اپنے درجہ کے تمام لڑکوں میں پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت میں فرسٹ آیا جس کے نتیجہ میں فیس معاف ہوگئی اور اسکالرشپ ملنے لگا۔ لیکن جب میں ساتویں جماعت میں آیا تو مجھ پر ایک نئی مصیبت آ گئی کہ اب میں بڑا ہوگیا تھا۔ لہٰذا سید صاحب کے گھر کی عورتیں پردہ کرنے لگی تھیں۔ جب میں بالغ ہوگیا تو پردے کی وجہ سے سید صاحب نے یتیم خانے میں رکھوانے کا فیصلہ کیا لیکن کچھ لوگوں نے ان کو ایسا کرنے سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور میں یتیم خانہ میں داخل ہونے سے بچ گیا۔

اس کے بعد میں کچھ دنوں تک ایک دوسرے محسن، اصغر علی صاحب کے ساتھ رہا۔ مولوی فضل الدین پرنسپل صاحب نے مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دی اور کھانے کا بھی بندوبست کر دیا۔ اس زمانے میں میں نے ٹیوشن کرنا بھی شروع کر دیا تھا، اور کچھ پیسے امّی جان کو بھی بھیج دیا کرتا تھا۔ چونکہ میں اپنے کلاس کا مانیٹر ہونے کے ساتھ ساتھ

www.urduchannel.in

ایک اچھا مقرر بھی تھا اور سیاسی جماعتوں سے دلچسپی رکھتا تھا، اس لئے جب نویں جماعت میں آیا اور عدم تعاون کی تحریک شروع ہوئی تو میں نے اس سے متاثر ہوکر سرکاری وظیفہ اور اسکول چھوڑ کر جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ سے ملحق اسکول ''آزاد قومی درس گاہ'' میں داخلہ لیا۔ بعد میں مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میں نے استادوں کا کہنا نہ مان کر بہت بڑی غلطی کی تھی، کیونکہ اسکالرشپ اور دوسری سہولتیں ختم ہو جانے کی وجہ سے میری پریشانیاں بے حد بڑھ گئیں اور ایک دن اسکول چھوڑ دینا پڑا۔ ۱۹۲۲ء میں جامعہ جونیر (مسادی میٹرک) کا امتحان دیا اور علی گڑھ میں داخلہ لیا، لیکن چار ماہ بعد مالی پریشانیوں سے تنگ آ کر علی گڑھ چھوڑ دیا اور پھر دہلی آ گیا اور بچوں کو پڑھانا ذریعۂ معاش بنایا۔

اسی درمیان پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی (فارسی) ادیب، عالم وفاضل (اُردو) کے امتحانات اوّل نمبر سے پاس کیے اور انگریزی میں ایف۔اے کیا۔ ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے اور ۱۹۵۴ء میں علی گڑھ سے اردو میں ایم۔اے اوّل درجہ میں پاس کیا۔

میرا پیشہ مُعلّمی رہا۔ ماڈرن ہائی اسکول دہلی میں اٹھارہ سال سے زیادہ اردو فارسی پڑھائی۔ ۱۹۴۵ء میں جناب ذاکر حسین صاحب کی فرمائش پر جامعہ ملیہ آ گیا، صرف ۶۵/روپے میں آٹھ سال تک بیوی بچوں کے ساتھ گزارا کرتا رہا جبکہ ماڈرن اسکول میں ایم۔اے۔ پاس سے زیادہ تنخواہ ملتی تھی۔ جامعہ ملیہ سے ۶۵/برس کی عمر میں ۱۹۶۹ء میں سبکدوش ہوا۔''

جب وہ خاموش ہوئے تو میں بولا..... ''نیّر صاحب آپ کی آپ بیتی سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میں کوئی کہانی سن رہا ہوں۔ بہرحال آپ کی زندگی ایک مثالی زندگی ہے۔ آپ نے زندگی کے نشیب وفراز سے بہت کچھ حاصل کیا ہوگا اور اس کا فائدہ آپ کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں پہنچا ہوگا۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے بچوں کو کس معیار کی تعلیم دلائی؟'' یہ میرا اگلا سوال تھا۔

''میں خوش نصیب ہوں کے میرے آٹھ بچّے ہیں۔ چار لڑکے اور چار لڑکیاں۔

www.urduchannel.in

بڑے لڑکے محمد صالح نے کیمسٹری میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور تین سال جرمنی میں رہنے کے بعد آج کل حیدرآباد میں ملازمت کر رہا ہے۔ دوسرا لڑکا محمد طاہر ایم۔اے، بی۔ایڈ ہے۔ تیسرا لڑکا محمد طارق ایم۔ایس۔سی، بی۔ایڈ ہے۔ چوتھا لڑکا پرویز اختر ایم۔ایس۔سی ہے۔ میری سب سے بڑی لڑکی فریدہ ایم۔اے، بی۔ایڈ ہے اور آج کل دہلی یونیورسٹی میں لکچرار ہے۔ دوسری لڑکی سعیدہ بی۔اے، بی۔ایڈ ہے اور ایک اسکول میں ٹیچر ہے۔ تیسری لڑکی زاہدہ بی۔ ایس۔ سی، بی۔ ایڈ ہے اور جامعہ ملیہ اسکول میں ٹیچر ہے، اور چوتھی لڑکی رافعہ ہے جس نے انگلش آنرس سے بی۔اے کیا ہے۔

میں یہ بات اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ ہندو پاک کے تمام بچّوں کے رسائل میں آپ کی نظمیں اور کہانیاں چھپتی رہتی ہیں۔ ریڈیو سے بھی آپ کی نظمیں نشر ہوتی ہیں۔ بچّوں کے لیے آپ کی لکھی ہوئی کہانیوں کی کئی کتابیں جامعہ اردو کے ابتدائی نصاب میں شامل ہیں اور ''غالب کی کہانی'' ادیب کے کورس میں شامل ہے۔ غالبؔ پر آپ کی کتاب تو بہت ہی عمدہ ہے، بچّوں کے لیئے آپ کو یہ کتاب لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

نیّر صاحب نے میرے سوال کا جواب دیا۔

''دراصل یہ کتاب میں نے ۱۹۶۹ء میں جناب ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے حکم کی تعمیل میں لکھی تھی۔ لیکن جس قدر اس کو پسند کیا گیا اس کی مجھے امید بھی نہیں تھی۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اس کا تیسرا ایڈیشن چھپنے والا ہے۔''

نیّر صاحب! بلاشبہ آپ بچّوں کے ایک بڑے ادیب اور شاعر ہیں۔ لیکن ایسی کیا بات تھی کہ جس نے آپ کو بچّوں ہی تک محدود رکھا؟ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

نیّر صاحب کہنے لگے۔

''بڑوں کے لیئے میں نے صرف تین چار غزلیں ہی کہی ہیں اور ''دہلی کے نئے ادیب وشاعر'' کے عنوان سے چند تحقیقی اور تنقیدی مقالے لکھے ہیں۔ لیکن میری زیادہ تر کوشش بچّوں کے ادب کو عمدہ بنانے میں رہتی ہے۔ بچّوں سے محبت اور بچّوں کی ذہنی تربیت اور علمی ترقی سے خاص دلچسپی کی وجہ سے میں نے دوسری چیزیں چھوڑ دیں اور

www.urduchannel.in

بچّوں کی باتوں ہی کو اپنا موضوع بنایا۔ اس کے علاوہ میری کتاب ''بچّوں کا تحفہ'' چھپی تو لوگوں نے اسے بے حد پسند کیا اور مجھ سے مسلسل مطالبہ کیا جاتا رہا کہ میں بچّوں کے لیے بچّوں کی دلچسپی کی چیزیں لکھوں۔ لوگوں کی اس خواہش سے بھی مجبور ہوکر صرف بچّوں ہی کے لیے لکھنے لگا۔

رہی شاعری کی بات تو اصل میں والد صاحب کے انتقال کے بعد جب میں علی گڑھ میں لطف اللہ صاحب کے یہاں رہنے لگا تھا۔ تبھی سے شاعری کی طرف طبیعت مائل ہونے لگی تھی۔ وہاں بڑا اچھا ادبی ماحول بھی تھا جس نے اندر ہی اندر اس قدر ذوق پیدا کر دیا تھا کہ میں نے کمسنی میں ایک بزرگ مولوی شفیع اللہ صاحب کے خط کا جواب نظم میں دیا تھا۔ پھر سولہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ نظم ''صبح'' رسالہ ''ہونہار'' میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد قریب قریب بچّوں کے ہر رسالہ میں میری نظمیں شائع ہونے لگیں۔ البتہ خاص طور سے میں نے ۱۹۲۶ء سے بچّوں کی طرف زیادہ توجہ دی جس کے نتیجے میں اکتوبر ۱۹۳۴ء میں میری سب سے پہلی کتاب ''بچّوں کا تحفہ'' حصّہ اوّل پھر حصّہ دوم چھپی۔ اب تک میں بچّوں کے لیے قریب قریب ستّر ۷۰ کتابیں لکھ چکا ہوں۔ جن میں سے گیارہ تو نظموں کے مجموعے ہیں اور تیس کے قریب طبع زاد کہانیوں کے مجموعے ہیں۔ یہ سب چیزیں چھپ کر مقبول ہو چکی ہیں اور بقیہ چھپنے والی ہیں۔''

میں نے کہا۔

نیّر صاحب! جب آپ اپنی نجی زندگی کے بارے میں بتا رہے تھے تو میرے ذہن میں عجیب عجیب طرح خیالات آ رہے تھے۔ آپ کی زندگی سے ایک سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

''اگر انسان محنت، لگن اور علم حاصل کر کے ایک اچھا اور کامیاب انسان بننا چاہے تو یہ کام مشکل ضرور ہے، لیکن ناممکن ہرگز نہیں۔ ایک نہ ایک دن منزل مل ہی جاتی ہے۔''

نیّر صاحب! اگر آپ اپنی زندگی بچّوں کے سامنے کہانی کے ذریعے پیش کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بچّوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ کیا اس طرح کی آپ نے کوئی

www.urduchannel.in

کوشش کی ہے؟ یہ میرا آخری سوال تھا۔

نیّر صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے میری کتابیں ''پیسہ کا صابن'' اور ''مزدور کا بیٹا'' پڑھی ہوں گی، ان کہانیوں میں میری ہی زندگی کا عکس ہے!''

OO

www.urduchannel.in

اظہر افسر

(ڈرامہ نگار)

اظہر: آیئے آیئے رئیس صدیقی صاحب!

رئیس: آداب عرض ہے جناب۔

اظہر: آداب عرض ہے۔تشریف رکھئے،فرمایئے۔

رئیس: جناب میں آپ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

اظہر: ضرور ضرور فرمایئے۔

رئیس: آپ بچّوں میں بحیثیت ڈرامہ نگار بے حد مشہور ہیں۔کیا آپ نے کبھی کہانیاں بھی لکھیں؟

www.urduchannel.in

اظہر: جناب پہلے بچّوں کے لئے کہانیاں ہی لکھتا تھا، کہانیوں کے تین مجموعے ادارہ ''بچوں کا کتاب گھر'' حیدرآباد سے شایع ہو چکے ہیں۔ ویسے کھلونا بک ڈپو نے میری طویل کہانیاں ''کالا چور''، ''چوری کا ہار'' اور ''پیاسا شہزادہ'' شائع کی ہیں۔ خود کھلونا کے سالناموں اور عام پرچوں میں بھی میری کہانیاں چھپ چکی ہیں۔ ۴۶، ۴۷ء میں ''پھول''، ''غنچہ'' اور ''پیامِ تعلیم'' میں میری کئی کہانیاں چھپ چکی ہیں۔ دوسرے پرچوں کے لئے بھی میں نے کہانیاں لکھی ہیں۔

رئیس: اچھا یہ بتایئے کہ آپ نے بچوں کے لئے پہلا ڈرامہ کب لکھا اور اُس کا عنوان کیا تھا؟

اظہر: میرا پہلا ڈرامہ ''ننھا قیدی'' ہے جو میں نے ۱۹۴۶ء میں لکھا تھا۔

رئیس: اور ریڈیو کے لئے آپ نے پہلا ڈرامہ کب لکھا اور کس اسٹیشن سے نشر ہوا؟

اظہر: میں نے اپنا پہلا ڈرامہ ریڈیو کے لئے ہی لکھا تھا۔ یہ ڈرامہ ''ننھا قیدی'' ۱۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا ریڈیو، ممبئی سے نشر ہوا۔

رئیس: کیا آپ اِس پہلے ڈرامے کے موضوع کے بارے میں بچوں کو کچھ بتا سکتے ہیں؟

اظہر: ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ ۱۹۴۶ء کا وہ زمانہ تھا جب ہماری جدوجہد آزادی اپنی منزل کے قریب پہنچنے والی تھی، میں نے اپنے اِس ڈرامے میں ایک ایسے لڑکے کو پیش کیا تھا جو ننھی ننھی چڑیوں کو پکڑتا اور پنجرہ میں بند کر کے خوش ہوتا تھا۔ مگر جب ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ ایک بڑھیا نے اُسے قید کر دیا ہے تو اُس نے آزادی اور قید کا فرق جانا اور اپنی ساری پیاری پیاری چڑیوں کو آزاد کر دیا۔

رئیس: خوب! اظہر افسر صاحب ڈرامہ جو چھپنے کی غرض سے لکھا جاتا ہے اور جو نشر ہونے کے لئے، اس میں کیا فرق ہوتا ہے؟

اظہر: بھئی چھپنے والے ڈرامے اور ریڈیو والے ڈرامے میں بہت فرق ہوتا ہے، نشر ہونے والے ڈرامے میں ریڈیو کی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر لکھنا پڑتا ہے اور چھپنے والا ڈرامہ اسٹیج کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر۔ میں ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھتا ہوں کہ ایسا لکھوں جو بہ آسانی اسٹیج بھی ہو سکے اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے سارے ڈرامے پہلے

www.urduchannel.in

ریڈیو ہی کے لئے لکھے۔ خواہ وہ بڑوں کے لئے ہوں یا بچوں کے لئے..... اور پھر جب میں انھیں چھپنے کے لئے بھیجتا ہوں تو ان ہی ڈراموں کو چھپنے کے لایق بنا کر یعنی اسٹیج کی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر دوبارہ لکھتا ہوں اور کسی رِسالہ کو بھیج دیتا ہوں۔ جوں کا توں کسی رسالے کو نہیں بھیجتا۔

رئیس: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کِس نے کی؟

اظہر: بچپن میں ''پھول'' اخبار کے ساتھ حضرت خواجہ حسن نظامی کا ''منادی'' بڑی پابندی سے پڑھتا تھا، میری ذہنی تربیت میں حضرت خواجہ صاحب کا بڑا ہاتھ ہے، ۱۹۴۶ء میں جب میں نے خواجہ صاحب سے مل کر انھیں بتایا کہ میں نے اُن کی تحریریں، کتابیں اور روزنامچہ پڑھ کر چپکے چپکے کیا سیکھا ہے، تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ میں نے اس ملاقات کا حال اپنے ایک مضمون ''اُردو زبان کے شہنشاہ سے ملاقات ایک سپاہی کی'' میں تفصیل سے لکھا ہے۔

رئیس: آپ نے بچوں کے لئے کہانیوں کی بہ نسبت ڈراموں کا میدان کیوں پسند کیا؟

اظہر: بچّوں کے لئے کہانیاں لکھنا مجھے بے حد پسند تھا۔ مگر ریڈیو والوں نے ابتدا میں مجھ سے ڈراموں کی فرمائش کی، پہلے مجبوراً اور اب تو عادتاً ڈرامے لکھتا ہوں۔

رئیس: آپ نے بچوں کے لئے ڈرامے کس خیال کے تحت لکھنا شروع کئے تھے؟

اظہر: جیسا میں نے ابھی آپ سے کہا کہ ریڈیو کے لئے مجبوراً ڈرامے لکھنے پڑے مگر بعد میں ایسا چسکا لگا کہ مجھے ڈرامے لکھ کر سچّی خوشی محسوس ہونے لگی۔ کہانی سے زیادہ میں ڈراموں میں کرداروں اور ان کی زبان سے کھیل سکا۔

رئیس: بچوں کے کِس ڈرامہ نگار سے آپ سب سے زیادہ متاثر ہیں؟

اظہر: بھائی میں تو چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ بچوں کے لئے شاعری کریں، کہانیاں لکھیں اور اُن کے لئے ڈرامے بھی لکھیں مگر دُور دُور تک مجھے کوئی ڈرامہ نگار نظر نہیں آتا تو کِس سے متاثر ہوں؟

رئیس: براہِ کرم آپ اپنے ان چند بہترین ڈراموں کے نام بتایئے جو ریڈیو اسٹیشن

www.urduchannel.in

سے نشر ہوئے یا بچوں کے رسائل میں شائع ہوئے ہوں؟

اظہر: کئی ہیں۔ ویسے میرے یہ ڈرامے بے حد مقبول ہوئے ہیں، ریڈیو سے بھی اور رسالوں میں چھپنے کے بعد بھی۔ ''ندی کا بھوت''، ''جل پری''، ''جاسوس لڑکا''، ''جامنوں کی چوری''، ''سویا سوکھویا''، ''کہانی کا ہیرو''، ''چینی کا قلمدان''، ''بقلم خود''، ''ننھا مصوّر''، ''ملاقات''، ''چنانچہ'' اور ''مغرور لڑکا''۔

رئیس: آپ نے اب تک کل کتنے ڈرامے لکھے ہوں گے؟

اظہر: بچوں کے لئے میں نے ڈھائی سو سے زیادہ ڈرامے لکھے ہیں۔ اس میں وہ اسکرپٹ شامل نہیں ہیں جنھیں میں ڈرامے نہیں سمجھتا بلکہ بات چیت یا زیادہ سے زیادہ فیچر کی تعریف میں آتے ہیں۔ صرف ''لڑکا'' کے تحت میں نے چالیس چھوٹے چھوٹے ڈرامے لکھے ہیں جیسے ''شاطر لڑکا'' روٹھا لڑکا''، ''گویا لڑکا''، ''کند ذہن لڑکا''، ''خوش قسمت لڑکا''، ''سوتیلا لڑکا'' وغیرہ۔

رئیس: ان میں ریڈیو ڈراموں کی تعداد کتنی ہے اور عموماً کس ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوئے ہیں؟

اظہر: سب سے پہلے میں نے جو ریڈیو کے لئے لکھے ہیں، ان میں سے بہت سے چھپ چکے ہیں، جو باقی ہیں وہ بھی چھپ جائیں گے! میرے بچوں کے ڈرامے زیادہ تر حیدرآباد ریڈیو سے نشر ہوئے ہیں۔ ویسے لکھنؤ، اور ممبئی کے بچوں کے پروگراموں میں بھی بہت نشر ہوئے ہیں۔ سری نگر، جمّوں، پٹنہ، دلّی سے مغربی پاکستان کے بچوں کے لئے جو پروگرام ہوتا ہے، اس پروگرام میں بھی میرے کئی ڈرامے نشر ہو چکے ہیں۔

رئیس: کیا آپ کے ڈراموں کا کوئی مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے؟

اظہر: دو مجموعے ادارہ ''بچوں کا کتاب گھر''، حیدرآباد سے شائع ہوئے ہیں۔ ''سالگرہ کا تحفہ'' اور ''لالچ کی سزا''۔ جناب اقبال سلیم گاندھی نے کراچی سے میری کہانیوں کی دو کتابیں شائع کی ہیں۔ جن کے نام ہیں..... ''شمّو کی شرارت'' اور ''بھائی جان''۔

رئیس: اچھا اب یہ بتائیے کہ بچوں کے لئے اچھے ڈراموں کی آپ کے نزدیک کیا

www.urduchannel.in

خصوصیات ہیں؟

اظہر: رئیس صاحب! میں نے کئی انٹرویو دیئے ہیں مگر آپ کے سوال خوب ہیں۔ میرے نزدیک بچّوں کے لئے اچھے ڈرامے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بچّوں کو پسند آجائے بس، زبان آسان ہو۔ بے حد آسان، کوئی مشکل لفظ بات چیت میں نہ ہو، کردار انوکھے ضرور ہوں، جو کہانی ڈرامہ میں سموئی جائے، وہ دِلچسپ ہو اور بچوں کو چونکا دینے والی ہو۔

رئیس: کیا ہمارے اُردو ڈرامے، جو آپ نے خاص طور سے بچّوں کے لئے لکھے ہیں، اُنھیں دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

اظہر: بے شک، میرے ایک دو ڈراموں کے ترجمے تلگو اور مرہٹی میں ہوئے ہیں۔ کاش سارے کے سارے ڈرامے کوئی، دوسری زبانوں میں پیش کر دیتا۔

رئیس: آپ تو ماشاالله ملک گیر شہرت رکھنے والے ڈرامہ نگار ہیں، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اُردو زبان میں ڈراموں کی ابتداء کب ہوئی اور کِس نے کی؟

اظہر: لیجئے پہلے آپ کافی پی لیجئے، پھر اس کا جواب سُنیئے۔

رئیس: اوہ شکریہ! لیکن اس زحمت کی کیا ضرورت تھی۔

اظہر: زحمت تو کوئی نہیں لیکن گھنٹے گھنٹے سے کافی یا چائے میں ضرور پیتا ہوں، لیجئے۔ زندگی کی صحیح تصویر کو میں ڈرامہ سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک اُردو کا پہلا ڈرامہ امانت لکھنوی کا ''اندر سبھا'' ہے۔

رئیس: ہندی کے چند مقبول ڈراموں کے بارے میں کچھ بتایئے جن کے اُردو زبان میں بھی ترجمے ہو چکے ہیں؟

اظہر: بھئی سب سے زیادہ مشہور تو کالی داس کا ''شکنتلا'' ہی ہے، ''اُروشی'' اور ''میگھ دوت'' کو بھی اُردو قالب میں ڈھالا جا چکا ہے۔ بعد میں ''راجہ گوپی چند'' اور ''راجہ ہریش چندر'' بھی اُردو اسٹیج پر پیش کئے جا چکے ہیں۔

رئیس: ہمارے اودھ کے آخری نواب واجد علی شاہ کو ڈراموں سے بے حد عشق تھا، کیا آپ اُن کے چند مشہور ڈراموں کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟

www.urduchannel.in

اظہر: ڈرامے کی تاریخ میں خواہ کچھ بھی ہو، نواب واجد علی شاہ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، نواب واجد علی شاہ نے رہس ہی سے اُردو ڈرامے کی ابتدا کی ہے، قیصر باغ کی پُر بہار فضاؤں میں نواب واجد علی شاہ نے، رادھا اور کنہیا اور رام لیلا بار بار پیش کئے۔ بعد میں یہی چیزیں عوام کے لیے بھی اسٹیج کی جانے لگیں اور امانت کے سوا، مداری لال نے ''اندر سبھا'' کی طرز کا ایک ناٹک ''ماہِ منیر'' لکھا اور پیش کیا۔ عیسوی حساب سے ۱۸۵۰ء یا ۱۸۵۴ء کا یہ زمانہ ہے۔ اُردو ڈرامے کے ارتقاء میں لکھنؤ کی سر زمین نے بہت بڑا حصّہ لیا ہے۔

رئیس: اظہر افسر صاحب، ماہنامہ ''ٹافی'' والوں نے ''جان پہچان'' کے تحت آپ کی تصویر کے نیچے نوٹ میں لکھا تھا کہ آپ کی حیثیت بچوں میں آغا حشر کاشمیری جیسی ہے، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

اظہر: رئیس صدیقی صاحب، جب میں نے یہ نوٹ پڑھا تو کچھ دیر کے لیے ضرور حیران ہوا مگر پھر چاروں طرف دیکھ کر شکریہ کے ساتھ یہ لقب قبول کر لیا۔

رئیس: اب میں آپ سے چند ذاتی سوال کرنا چاہتا ہوں، آپ کا پورا نام کیا ہے۔

اظہر: میرا پورا نام بڑا لمبا ہے، میں (عاصی) حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے ہوں۔ میرا نام ہے مرزا اظہر جان بیگ جانِ جاناں افسر۔ اسکول کے زمانے میں اس نام سے میں نے کچھ کہانیاں لکھیں جو اسکول میگزین میں چھپیں، پھر میں نے اس نام کو مختصر کر کے اظہر افسر کر لیا۔

رئیس: آپ کی جائے پیدایش، اور کس سنہ میں پیدا ہوئے آپ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایئے کہ آپ نے اپنی تعلیم کہاں تک کن کالجوں میں حاصل کی؟

اظہر: باپ دادا دلّی کے ہیں مگر میں حیدرآباد میں پیدا ہوا۔ میں نے اکتوبر ۱۹۲۵ء میں نظامیہ طبّی کالج حیدرآباد سے بی۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ کی ڈگری لی ہے۔ انڈین میڈیسن سے گریجویشن کیا ہے۔

رئیس: جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ آپ ریڈیو اسٹیشن حیدرآباد کے ڈرامہ نگار ہیں۔ کیا

www.urduchannel.in

آپ باقاعدہ ریڈیو اسٹیشن کے ملازم ہیں یا آپ کو آپ کے ہر ڈرامے پر معاوضا دیا جاتا ہے؟

اظہر: میں ۱۹۴۶ء سے آل انڈیا ریڈیو کے لیے ڈرامے لکھ رہا ہوں۔ مگر باقاعدہ سروس میں ۱۹۵۹ء میں شامل ہوا۔ اب مجھے کسی ڈرامے کا کوئی معاوضہ نہیں ملتا، تنخواہ ہی میں سب کچھ ہے۔

رئیس: اب اجازت دیجئے آداب عرض ہے۔

اظہر: آداب عرض ہے۔

رئیس: ارے ہاں، خاص بات تو میں بھول ہی گیا۔ آپ کے گھر کا پورا پتا کیا ہے تاکہ بچے آپ سے رابطہ قائم کر سکیں۔

اظہر: رئیس صاحب بچوں کے خط پڑھ کر میں نے ہمیشہ دلی خوشی محسوس کی ہے اور اُنھیں جواب بھی دے دیتا ہوں۔ اکثر بڑوں کے لئے انجان بھی ہو جاتا ہوں۔ مگر بچوں کے لئے کبھی نہیں۔

OO

(پتہ: آر۔ ٹی ۲ / ۲۴، مہاراجہ چندولال کی بارہ دری، حیدرآباد۔ ۲ (آندھرا پردیش)

www.urduchannel.in

احمد جمال پاشا

(طنز و مزاح نگار)

اس بار مجھے بچوں اور بڑوں کے مشہور طنز و مزاح نگار جناب احمد جمال پاشا سے ایک انٹرویو لینا تھا اس لئے میں ''سروری منزل'' پہنچا اور ان کے نام کی تختی تلاش کرنے لگا۔ جمال صاحب کے نام کی تختی تو نہیں ملی البتہ بیرونی دیوار پر ایک پتھر نصب کیا ہوا ضرور نظر آیا جس پر لکھا ہوا تھا.....

نہ گھر میرا نہ گھر تیرا، چڑیاں کریں بسیرا

..... یہ شعر پڑھ کر میں نے سوچا جب یہ گھر کسی کا نہیں ہے تو کیوں نہ بغیر اجازت میں اندر داخل ہو جاؤں! لیکن اندر داخل ہونے سے قبل ہی مجھے اپنے سر کے بالوں کا خیال

www.urduchannel.in

آیا اور قدم خود بخود رُک گئے اور میں نے ''جمال صاحب، جمال صاحب'' کی صدا لگانا شروع کر دی۔ چند منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور ان کی بیگم صاحبہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کون ہوں، میرا کیا نام ہے؟ میں نے فوراً اپنا نام بتایا۔ وہ اندر تشریف لے گئیں اور غالباً پانچ منٹ کے بعد آئیں اور فرمایا۔

''آیئے اندر تشریف لایئے۔''

میں اُن کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے مسہری پر جمال صاحب سفید بنیائن اور چوڑی دار پاجامہ پہنے ہوئے آرام فرما رہے تھے، چونکہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار جمال صاحب کو دیکھا تھا، اِس لئے مجھے اُن کے ''احمد جمال پاشا'' ہونے میں شبہ ہوا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ جب میں ان کے کمرے میں ہوں تو ظاہر ہے وہی ہوں گے۔ چنانچہ میں نے مطمئن ہوتے ہوئے ازخود اپنا تعارف کرایا اور چند منٹ رسمی گفتگو کرنے کے بعد اپنا مقصد عرض کیا۔ جمال صاحب نے ایک ہفتے کے بعد کا وقت دیا۔ جب میں ایک ہفتے کے بعد گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ممبئی تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ پھر پندرہ دن کے بعد جب وہ ممبئی سے آ گئے، چھ بجے گھر پہنچا اور قلم و کاغذ لے کر بیٹھ گیا اور دو چار اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد سوالات کرنا شروع کر دیئے۔

رئیس: جمال صاحب! آپ کے نزدیک بچوں کی طنزیہ اور مزاحیہ تخلیقات کی خصوصیات کیا ہیں اور آپ کے ذہن میں ایک اچھے طنز و مزاح نگار کا کیا تصور ہے؟

جمال: رئیس صاحب! آپ کا یہ سوال بہت ہی عمدہ اور اہم ہے۔ میرے نزدیک اوّل خصوصیت تو یہ کہ تخلیق کا طنز محسوس کیا جائے اور پڑھ کر بے اختیار ہنسی آ جائے۔ دوسرے اس کے بیک گراؤنڈ میں کوئی تعمیری مقصد ہونا ضروری ہے۔ ایک اچھا مزاح نگار بجائے رُلانے کے ہنساتا ہے۔

رئیس: طنز و مزاح میں فرق؟ اور کیا اسے دوسرے ترقی یافتہ ادب کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

جمال: فرق تو چٹکی اور گدگدی والا ہے اور یہ تو ہمارے ادب کا قیمتی حصّہ ہے۔ پطرس،

www.urduchannel.in

رشید احمد صدیقی، شفیق الرحمان۔ کنھیا لال، عظیم بیگ چغتائی، مشتاق احمد اور کرشن چندر کے نادر شاہکار دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ادب کے شاہکاروں سے کم نہیں۔

رئیس: جمال صاحب! آپ تو تحریروں کے ذریعہ خوب خوب لوگوں پر وار کرتے ہوں گے۔ کیا کسی محفل میں کبھی آپ خود تختۂ مشق بنے؟

جمال: جی ہاں جناب! ایک بار تو برا پھنسا۔ ایک بڑے مشاعرے میں زبردستی مزاح پڑھنے کو بیٹھا دیا گیا۔ لوگ تو شاعری سننے کے موڈ میں تھے نہ کہ نثر! وہ ہوٹنگ ہوئی کہ چودہ طبق روشن ہو گئے۔

رئیس: کیا مزاح نگار بننے میں آپ کو کوئی خاص کوشش کرنی پڑی تھی اور کس طرح کے کردار آپ کے نشانہ بنتے ہیں؟

جمال: صرف فنی ریاض ضرور کرنا پڑا تا کہ اچھی ظرافت پیش کر سکوں، اور میرے فن کا تو نشانہ ہمیشہ سماج کے کھوکھلے کردار ہی بنتے ہیں، جو اوپر کچھ اور اندر سے کچھ! یعنی ڈھول میں پول۔

رئیس: آپ اپنے چند مضامین کے نام بتائیں، جو آپ کو بہت پسند ہوں۔ بچوں کے لئے آپ نے کیا کیا لکھا اور کیا آپ کا کوئی مجموعہ بھی شائع ہوا۔

جمال: ''ادب میں مارشل لا'' اور ''رستم'' کے بعد ''مجھ سے ایک چائے کی پیالی نے کہا''، گدھے کا خط کرشن چندر کے نام، شکر کا چکر، اُدھار لینے کا فن''، اور ''مسٹر زیٹ'' وغیرہ۔ بچوں کے لئے مضامین، کہانیاں، خاکے اور ڈرامے وغیرہ لکھے ہیں۔ بچوں کی مزاحیہ کہانیوں کا مجموعہ ''بدھو کی واپسی۔'' کے علاوہ لطیفوں کے مجموعے تیار ہیں جو ابھی شائع نہیں ہو سکے۔

رئیس: آپ کا اپنی نظر میں، اپنے ہمعصروں میں کیا مقام ہے۔ آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کس نے کی ہے؟

جمال: رئیس صاحب! مقام تو یہی ہے جہاں آپ اس وقت تشریف رکھے ہوئے ہیں اور بھئی حقیقت میں سب سے زیادہ رہنمائی تو میری کھوپڑی نے کی۔ اس کے علاوہ

www.urduchannel.in

کاغذ، قلم اور روشنائی نے بھی رہنمائی فرمائی۔ ویسے میرے خیال میں ادیب کسی کی رہنمائی سے نہیں بلکہ اپنے مطالعہ، مشاہدہ اور محنت سے ہی بنتا ہے، ورنہ بنا سپتی ادیب ہوتا ہے۔

رئیس: بچوں کے لئے لکھنے میں آپ کا نصب العین کیا ہے؟

جمال: میرا نصب العین تو بہتر اور اچھی زندگی، میری بھی اور دوسروں کی بھی۔

رئیس: آپ کی پہلی تخلیق، عنوان، کب، اور اس کا نشانہ کون تھا؟

جمال: سب سے پہلی تخلیق ایک ڈرامہ ''والد صاحب'' تھا، جو طالب علمی کے زمانے میں لکھا تھا، جب دسویں درجہ کا طالب علم تھا، اس کا نشانہ میرے والد صاحب ہی تھے۔

رئیس: کیا کوئی ڈرامہ ریڈیو اسٹیشن سے بھی نشر ہوا؟ عنوان اور اگر ممکن ہو تو اس کا خاکہ بھی بتائیں؟

جمال: پہلا ڈرامہ ''چچا چھکن'' ۱۹۵۷ء میں دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوا، اس میں ایک جگت چچا کا کردار تھا جو ہمارے محلّہ ہی میں رہتے تھے اور اپنی دلچسپ حرکتوں کی وجہ سے بچوں میں بہت مقبول تھے۔ لکھنؤ سے پہلا فیچر ۱۹۵۳ء میں ''سننا سنانا'' نشر ہوا۔ مزاحیہ مضامین دہلی اور لکھنؤ سے برابر نشر ہوتے رہتے ہیں۔

رئیس: جناب کا پورا نام، جائے پیدائش اور تعلیم کتنی ہے؟

جمال: میرا پورا نام آغا سید محمد احمد جمال پاشا، پیدائش یکم جون ۱۹۳۹ء الہ آباد اور تعلیم علیگڑھ یونیورسٹی سے ایم اے کر کے لکھنؤ یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ میں داخلہ لیا۔ مگر تعلیمی زمانے میں لڑکے چڑھاتے تھے کہ ''آغا مرغی لے کر بھاگا'' ''مرغی گئی چھوٹ'' کی وجہ سے میرے نام سے ''آغا سید محمد'' بھی چھوٹ گئے۔

رئیس: آپ کی سب سے بڑی آرزو، اور محبوب مشاغل کیا ہیں؟ یہ میرا آخری سوال ہے۔

جمال: لاٹری کا پہلا انعام۔ دنیا کی سیر، طنز و مزاح لکھنے کے ساتھ سنجیدہ ادب کا مطالعہ اور پودوں کو ٹھیک ٹھاک کرنا، لاٹری کے ٹکٹ خریدنا، گھر کی صفائی اور سب سے زیادہ دلچسپی تو مجھ کو کھانا پکانے میں ہے۔

OO

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

مفتوںؔ کوٹوی

(ادیب وشاعر)

رئیس: اسلام علیکم مفتوںؔ صاحب!

مفتوںؔ: وعلیکم السلام، آیئے رئیس صاحب۔ آپ کی تشریف آوری کا شکریہ لیکن بھئی رئیس اور غلام کا کیا جوڑ؟

رئیس: میں سمجھا نہیں جناب؟

مفتوں: بھئی میرا پورا نام غلام معین الدین ہے۔ یہ میرا تاریخی نام ہے اور اس سے میرا سنہ پیدائش ۱۳۳۶ھ نکلتا ہے۔ میں نے شاعرانہ مشق گوئی کی ابتدا میں اپنا تخلص غلامؔ ہی رکھا تھا۔ لڑکپن کی عرفیت بھی غلامؔ ہے، اب بھی کچھ پرانے شناسا، بزرگ، بڑی

www.urduchannel.in

بوڑھیاں مجھے غلامؔ ہی کہہ دیتی ہیں۔

رئیس: اچھا آپ نے اِسی لئے فرمایا ہے کہ رئیس اور غلام کا کیا جوڑ۔ میں نے آپ کو کئی رسالوں میں پڑھا ہے۔ آپ بڑوں کے ساتھ بچّوں کے لئے بھی نظم اور نثر لکھتے ہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ آپ سے بھی انٹرویو لے لیا جائے''

مفتوںؔ: اس عزّت افزائی کے لئے یہ بندہ تہہ دل سے ممنون ہے۔ فرمایئے! کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟

رئیس: جناب نام اور تاریخ پیدائش تو آپ نے باتوں ہی باتوں میں بتا دی، اب ذرا آپ تفصیل سے یہ بتایئے کہ آپ نے کب سے لکھنا شروع کیا؟

مفتوںؔ: بچّوں کے لئے لکھنے کا رجحان تو زیادہ سے زیادہ پچھلے دس سال ہی سے سمجھئے۔ جن میں قریب کے تین چار برسوں میں زیادہ تر لکھا ہے، ویسے میں طالب علمی ہی کے زمانے سے چھپنے لگا تھا، ساتویں جماعت میں تھا ہربرٹ کالج میگزین کوٹہ میں چھپنا شروع ہو گیا تھا۔ تعلیم ختم کر کے بہ سلسلۂ معاش سرکاری ملازمت سے منسلک ہوا، اور اب تک ہوں۔ تاہم زندگی کے مختلف اتار چڑھاؤ کے باوجود لکھنے اور چھپنے میں کوئی فرق نہ آیا، البتہ حالات کی سازگاری وعدم سازگاری کے تحت رجحان میں تیزی وآہستگی ضروری رہی۔

رئیس: کیا آپ کا کوئی کہانی یا نظموں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے؟

مفتوںؔ: یہی بدقسمتی ہے، ابتک نثر ونظم دونوں میں سے کسی ایک صنف کا بھی کوئی مجموعہ نہیں چھپ سکا۔ ویسے میرے گھر میں کئی مجموعے زیب طاق موجود ہیں۔

رئیس: خدمات اور اس کے نتائج کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایئے؟

مفتوںؔ: زیادہ تر مضامینِ نثر تعارفی، سوانحی اور تحقیقی ہیں۔ شعراء اور ادباء، نیز ان کی تخلیقات کا تذکرہ۔ نظمیں بھی کافی لکھیں، راجستھان ساہتہ اکیڈمی (اودے پور) نے ادبی خدمات کے سلسلہ میں مجھے ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۷ء میں ادبی وظیفہ بھی دیا۔ اسی اکیڈمی کے اردو مشاورتی بورڈ کا ۱۹۶۸ء تک ممبر بھی رہا۔ اپریل ۱۹۷۱ء میں اسی

www.urduchannel.in

راجستھان اکیڈمی سے پانچ سو روپے کی یک مشت ادبی اعانت بھی ملی۔ ہمارے صوبے کے جے پور اسٹیشن کے کئی مشاعروں میں شریک بھی ہوا ہوں اور انفرادی طور پر وہیں سے کئی مرتبہ تقریریں بھی نشر ہوئی ہیں۔ کوٹہ کی کئی ادبی بزموں کے معزز عہدوں پر رہا۔ راجستھان اور بیرون راجستھان کے سرکاری وغیرسرکاری مشاعروں میں شرکت کرنے کے مواقع بھی حاصل رہے۔لیکن اب رجحان زیادہ تر خامہ فرسائی یعنی لکھنے لکھانے اور چھپنے چھپانے تک محدود ہے۔

رئیس: آپ بچوں کے لئے ادب تخلیق کرتے وقت کن کن باتوں کا خیال رکھتے ہیں؟

مفتوںؔ: زیادہ تر اخلاقی تربیت، جس میں بچوں کے ذہن کے مطابق دلکشی بھی پائی جائے۔ تاریخی واقعات میں سے ایسے ہی واقعات کا انتخاب کر کے اپنی زبان میں انھیں سپردِ قلم کرتا ہوں جو بچوں کے لئے مفید نتائج کے حامل ہوں۔

رئیس: آپ نے مفتوں تخلص کب اور کیوں اختیار کیا۔؟

مفتوںؔ: جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ،ابتدا، میں غلاؔم پھر احقؔر، اس کے بعد ۱۹۳۴ء میں مجنوںؔ کچھ دنوں بعد چند حرفوں کی تبدیلی کے ساتھ مفتوںؔ تخلص اختیار کیا۔ اب نثر و نظم دونوں میں ''مفتوں کوٹوی'' لکھتا ہوں۔ ادبی دنیا میں اسی نام سے جانا پہچانا جاتا ہوں۔

رئیس: آپ کے ذوق وشوق.....؟

مفتوںؔ: اردو ادبیات پڑھنا لکھنا۔ مطالعہ کا شروع ہی سے شوقین رہا ہوں۔ میری خامہ فرسائی کا سرچشمہ مطالعہ اور مشاہدہ ہی ہوتا ہے۔ ادبی حضرات سے مستفید ہوتا ہوں اور اس رجحان کے دوستوں کو حتی الامکان فائدہ بھی پہنچاتا رہا ہوں ۔

رئیس: آپ کے لکھنے کے اوقات کیا ہیں؟

مفتوںؔ: تعطیلات میں زیادہ مصروف رہتا ہوں ،اِن دنوں میں نماز فجر، تلاوت قرآن کے بعد بالعموم نو بجے صبح تک لکھنے پڑھنے کا معمول ہے۔

رئیس: کیا آپ ہندی میں بھی لکھتے ہیں؟ اور کن کن زبانوں میں لکھتے ہیں؟

مفتوںؔ: میری پسندیدہ زبان اُردو ہے اسی میں لکھتا اور پڑھتا ہوں، ہندی نہیں لکھتا

www.urduchannel.in

ہوں۔لیکن محض رسم الخط کی حد تک زبان و بیان کا انداز اردو ہی کا ہے۔ ہندی رسائل میں بھی نگارشات چھپی ہیں۔

رئیس: اردو کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مفتوںؔ: اردو اپنے رسم الخط میں ہی زندہ وتوانا رہ سکتی ہے۔ اردو کے متعلق اردو والوں کو ہی کچھ کرنا چاہیے،حکومت کی طرف ہی پرامید نظریں اٹھائے رکھنا فعل عبث ہے۔ اردو کسی خاص فرقے یا طبقے کی زبان نہیں ہے۔ ہر مذہب وملّت کے لوگ اس کے پرستار ہیں یہ ہندوستان کی ایک مستقل زبان ہے۔ ارباب ہندوستان کو اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ حکومت کو بھی عوام کو بھی۔ اسے کھو کر ہم ایک بڑی نعمت سے محروم ہو جائیں گے۔

OO

www.urduchannel.in

مظہرالحق علوی

(کہانی کار)

رئیس: اسلام علیکم۔

علوی: وعلیکم اسلام۔

رئیس: مجھے رئیس صدیقی کہتے ہیں۔

علوی: اور مجھے مظہرالحق علوی۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔

رئیس: مجھے بھی۔ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ.....

علوی: (بات کاٹ کر) جانتا ہوں بھائی۔ قبر میں منکر نکیر سے چھپنا ممکن نہیں اور یہاں آپ سے۔

www.urduchannel.in

رئیس: جناب بات شروع کرنے سے پہلے میں اپنی اس رائے کا اظہار کر دوں کہ آپ کا مطالعہ بے حد وسیع معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے کمرے میں کتابوں کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں، چاروں طرف الماریاں لگی ہیں جن میں صرف اُردو اور انگریزی کتابیں نظر آرہی ہیں۔ بہت اچھا شوق ہے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول فرمایئے۔

علوی: صرف اردو اور انگریزی کی ہی نہیں، بلکہ چند گنی چنی کتابیں گجراتی، ہندی اور فارسی کی بھی ہیں۔ رہی وسیع مطالعہ کی بات تو بھائی جتنی زیادہ کتابیں پڑھتا ہوں اتنی شدت سے ہر دفعہ مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میرا مطالعہ کچھ بھی نہیں۔ بہرحال آپ نے یہ درست فرمایا کہ شوق بہت اچھا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھول گئے کہ بہت مہنگا بھی ہے۔

رئیس: اچھا یہ بتایئے کہ آپ نے صرف تراجم ہی کئے ہیں یا کچھ طبع زاد بھی لکھا ہے؟ میرا مطلب ہے بچوں کی کہانیوں کے علاوہ؟

علوی: میں نے بہت سے طبع زاد افسانے لکھے ہیں اور اب بھی کبھی کبھی لکھ لیتا ہوں لیکن مشہور ایک مترجم کے طور پر ہی ہوں۔

رئیس: بچوں کے لئے آپ نے کب اور کیوں لکھنا شروع کیا؟

علوی: غالباً آٹھ دس سال قبل پہلی کہانی لکھی تھی۔ کسی جذبہ کے تحت نہیں بلکہ قبلہ نسیم صاحب کی تحریک پر۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ان کے ادارے سے بچوں کا ایک ماہنامہ ''کلیاں'' شائع ہوتا ہے۔ انھوں نے مجھے ''کلیاں'' کے لئے لکھنے پر اُکسایا اور میں نے کہانیاں لکھنی شروع کر دیں اور اب تک انھیں کے ادارے سے بچوں کے لئے میری آٹھ دس چھوٹی کہانیاں اور تقریباً اتنے ہی ناول (میرا مطلب بچوں کے ناولوں سے ہے) چھپ چکے ہیں۔ چنانچہ قبلہ نسیم صاحب نے ہی مجھے مترجم بنایا ہے اور بچوں کا ادیب بھی۔

رئیس: اب آپ یہ بتایئے کہ کیا آپ یہیں احمد آباد میں ہی پیدا ہوئے۔

علوی: جی ہاں، میں یہیں احمد آباد میں ہی ۸ ستمبر ۱۹۴۴ء کو پیدا ہوا۔ میرا پورا نام محمد

www.urduchannel.in

مظہرالحق علوی ہے۔

رئیس: اب یہ بھی بتا دیجئے کہ کیا آپ نے بھی شاعری کی ہے؟

علوی: کوشش کی تھی لیکن مُنہ کی کھائی۔ وہ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ شاعری نصف پیغمبری است۔

رئیس: آپ جو کچھ لکھتے یا ترجمہ کرتے ہیں اُس سے مُطمئن ہیں۔

علوی: رئیس بھائی! جس دن مجھ میں یہ خوداعتمادی پیدا ہو جائے گی بس اسی دن سے میری شہرت کا سورج ڈھلنے لگے گا۔

رئیس: خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ آپ نے کہا ہے کہ آپ کی تعلیم میٹرک تک ہے پھر حیران ہوں کہ آپ اتنی اچھی انگریزی کیسے جانتے ہیں کہ اتنی موٹی موٹی کتابوں کا ترجمہ کر لیتے ہیں؟

علوی: میں نے کہا نہ کہ آدمی چاہے تو کیا نہیں کر سکتا۔ میں نے ارادہ کیا کہ انگریزی زبان اچھی سیکھوں گا اور میں نے سیکھی۔ ابتدا میں محض اس لیے کہ انگریزی ادب سے واقف ہو سکوں، میں نے کوشش کی تھی۔ خدا نے مجھے اسی کا پھل دیا کہ مترجم بنا دیا۔

رئیس: لکھتے وقت آپ کو پرسکون ماحول درکار ہوتا ہوگا۔؟

علوی: اس کی بھی کوئی قید نہیں ہے، یہ دیکھئے اس دوسری میز پر ریڈیو کھلے پڑے ہیں اور طرح طرح کے اوزار بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ میز ہمارے بڑے صاحبزادے اعجاز میاں کی ہے جو ریڈیو میکینک ہیں۔ چنانچہ ایک طرف ان کے ریڈیو چیختے ہیں اور یہ دیکھئے دوسری طرف ہماری بیگم کی سنگر مشین کپڑے سیتی اور شور مچاتی ہے۔ بس اس ہنگامے میں بیٹھ کر لکھتا ہوں، کبھی کبھی کوئی لفظ مجھ سے آنکھ مچولی کھیلنے لگتا ہے یا بات اُلجھ کر بننے سے انکار کر دیتی ہے تو پھر میں بے چینی اور غصّے سے چیخ پڑتا ہوں۔ فوراً ہی اعجاز میاں کا ریڈیو اپنی کربناک چیخیں بند کر دیتا اور بیگم کی مشین دم بخود رہ جاتی ہے۔ ویسے میرے خیال میں کچھ بھی لکھنے کے لیے پُرسکون ماحول کا ہونا ضروری ہے۔

رئیس: بچوں کے لئے آپ کیسی کہانیاں پسند کرتے ہیں؟

www.urduchannel.in

علوی: ایسی ہی جیسی لکھتا ہوں۔ میں نے زیادہ تر مہّماتی کہانیاں لکھی ہیں۔ میرے خیال میں اس سے بچوں میں بہادری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مادرے وطن کو بہادروں کی ضرورت بھی ہے۔

رئیس: تو آپ کے خیال میں کہانی کو صرف مہماتی (Adventerous) ہونا چاہئے اور اس میں کہیں کوئی نصیحت وغیرہ کی بات نہ ہو۔

علوی: یہ میں نے کب کہا بھائی۔ البتہ اتنا ضرور جانتا ہو کہ کہانی کے بہاؤ کو روک کر مصنف بیچ میں نصیحت کرنے لگتا ہے، تو بچّے اکتا جاتے ہیں۔ چنانچہ کہانی بذات خود مکمل نصیحت اور سبق آموز ہو تو متاثر کرتی ہے اور یہی کہانی کار کے فن کا بھی کمال ہے کہ وہ کچھ نہ کہتے ہوئے سب کچھ نہ صرف کہہ جائے بلکہ پڑھنے والے اسے ارادی یا غیر ارادی طور پر قبول بھی کر لیں۔

رئیس: اُردو کے مستقبل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔؟

علوی: میں اس سے مایوس نہیں ہوں۔ اُردو ایک زندہ زبان ہے اور زندہ رہے گی۔ ○○

www.urduchannel.in

عدیل عبّاسی جامیؔ چڑیاکوٹی

(شاعر)

رئیس: السلام وعلیکم جامیؔ صاحب! یہ لیجئے جناب میں اپنے مقرّرہ وقت پر حاضر ہوگیا۔

جامیؔ: وعلیکم السلام رئیس صاحب! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا، آئے تشریف لائیے، پوچھئے، جناب کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟

(کرسی پر دراز ہوتے ہوئے)

رئیس: آپ کا اپنی بچوں کی شاعری کے متعلق کیا خیال ہے۔؟

جامیؔ: بہت ہی نیک! (مُسکراتے ہوئے بولے)

رئیس: کیا آپ کو یہ یاد ہے کہ آپ نے بچوں کی پہلی نظم کب کہی، اس کا عنوان کیا تھا

www.urduchannel.in

اور کب اور کہاں شائع ہوئی؟

جامیؔ: جی ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے، میری پہلی نظم کا عنوان ''آزادی'' ہے جو غالباً ۱۹۴۰ء میں ممبئی کے ایک ہفتہ وار اخبار ''کنول'' میں شائع ہوئی تھی جو کہ اب بند ہو چکا ہے۔

رئیس: آپ نے بچوں کی نظمیں کس مقصد کے تحت کہنا شروع کی تھیں اور یہ سلسلہ اب تک کیوں کر جاری ہے۔؟

جامیؔ: میں ہمیشہ یہ خیال رکھتا ہوں کہ میری نظم میں ایسا مواد موجود ہو جس سے بچوں کا کردار سنور سکے اور ان میں ملّی جذبۂ محبت کے علاوہ اپنے ملک اور قوم سے بھی پریم اور اُلفت کا جذبہ پیدا ہو، میں صرف کتے، بلّی۔ چوہے وغیرہ کا حلیہ بتانے والی نظم کہنے سے پرہیز کرتا ہوں، اس فلم زدہ ماحول میں بچوں کی عادتیں اور اطوار سنوارنے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی ضرورت اور مقصد کے تحت یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

رئیس: ابتدا میں آپ نے بچّوں کی شاعری پر کِس سے اصلاح لی یا آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کِس نے کی؟

جامیؔ: اصلاح.....؟ اصلاح میں صرف اپنے دماغ سے لیتا ہوں؟ جہاں تک رہنمائی کا سوال ہے تو عرض یہ ہے کہ رہنمائی خود میرے ادبی ذوق نے کی جو میری رگ رگ میں رواں ہے۔

رئیس: آپ بچوں کے کِس شاعر سے زیادہ متاثر ہیں۔؟

جامیؔ: مجھے بچوں کے شاعر کے روپ میں سب سے زیادہ ڈاکٹر علامہؔ اقبال پسند ہیں۔

رئیس: علّامہ اقبالؔ کی بچوں کی شاعری پر روشنی ڈالنے کی زحمت کیجئے۔

جامیؔ: اقبال کی بچوں کی نظموں میں ایسا مواد موجود رہتا ہے جس سے بچوں کے ذہن اور دل پر لاشعوری طور پر ہر اعتبار سے اچھا اثر پڑتا ہے اور ان کو عملِ پیہم اور یقینِ محکم کے اصول کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنانے کا سبق ملتا ہے۔

رئیس: اپنے ہم عصر شاعروں میں کیا آپ کے پسندیدہ شاعر جناب رگھوپتی سہائے فراقؔ

www.urduchannel.in

گورکھپوری بھی ہیں؟

جامیؔ: جی ہاں رئیس صاحب، آپ کا خیال درست ہے۔

رئیس: آپ کے بارے میں سب کی رائے ہے کہ کشمیر جیسی پیاری نظم لکھ کر آپ نے بہتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جامیؔ: جناب آپ کا یہ خیال کِسی قدر پیچیدہ ہے کیونکہ اگر میں صاف گوئی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں تو میرے جواب سے ستائش کا پہلو نکلتا ہے۔ لہٰذا آپ اس سوال کو نظر انداز ہی کر دیں تو بہتر رہے گا۔

رئیس: نظم ''کشمیر'' آپ نے کشمیر کی سیر کے بعد کہی تھی یا تخیل کی بنیاد پر؟

جامیؔ: کشمیر کی سیر کے بعد۔ لیکن دِل کی آنکھوں سے۔

رئیس: کیا آپ کی کوئی نظم ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہو چکی ہے؟

جامیؔ: جی ہاں..... دو سال قبل ہماری دو نظمیں ''ہمارا گاؤں'' اور ''ستاروں سے آگے'' لکھنؤ، الہ آباد، وارانسی ریڈیو سے نشر ہو چکی ہیں۔

رئیس: آپ کی نظر میں آپ کی بچوں کی چند بہترین نظمیں۔؟

جامیؔ: ''امن کا دیپ'' ستاروں سے آگے، ماں کا آنچل، مادرِ وطن، قدم بڑھاؤ، پاسبان، بڑھے چلو، اسرائل کا مستقبل اور نیا موڑ وغیرہ میری اپنی نظر میں بہترین نظمیں ہیں۔

رئیس: کیا آپ کی مطبوعہ بچوں کی نظموں کا کوئی مجموعہ شائع ہو چکا ہے؟

جامیؔ: جی نہیں..... ہاں بڑوں کے لئے میری نظموں وغزلوں کا ایک مجموعہ ہندی رسم الخط میں ''ستاروں کے آگے'' ۱۹۶۵ء میں شائع ہو چکا ہے اور دوسرا مجموعہ ''اپنی دھرتی اپنے گیت'' زیرِ طباعت ہے۔

رئیس: آخر یہ ہندی رسم الخط میں کیوں؟ کیا اُردو میں کچھ پریشانیاں ہیں؟

جامیؔ: نہیں پریشانی تو کچھ نہیں بس اتنی سی بات ہے کہ میرے مجموعے ہندی والے ہی شائع کرنے کی زحمت کر رہے ہیں اس لئے ہندی رسم الخط میں شائع ہو رہے ہیں۔

رئیس: کیا آپ بچوں کے لئے جدید نظمیں بھی کہتے ہیں اور جدید شاعری کے متعلق آپ

www.urduchannel.in

کا کیا خیال ہے؟

جامیؔ: جی نہیں..... بچوں کے لئے جدید نظمیں میں نے کبھی نہیں کہیں میرے نزدیک جدید شاعری کی حیثیت دسترخوان پر سجے ہوئے پُر تکلّف اور لذیز کھانوں کے ساتھ ''چٹنی'' کی طرح ہے۔ اس لئے زیادہ کچھ کہنا بے کار ہے۔

رئیس: آپ کے نظمیں کہنے کے اوقات کیا ہیں۔؟

جامی: پُرسکون ماحول میں..... جب آپ کی بھابی سو جاتی ہیں۔

رئیس: نظم کہتے وقت آپ کیا محسوس کرتے ہیں۔؟

جامیؔ: جب میں نظمیں کہتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں مچھلی کا شکار کر رہا ہوں۔ جس طرح شکاری کو اس کے کانٹے میں کوئی بڑی مچھلی پھنسنے کی خوشی ہوتی ہے، ویسی ہی مسرّت مجھے نظم مکمل کر لینے کے بعد حاصِل ہوتی ہے۔

رئیس: کیا آپ بچوں کے لئے نظم ایک ہی نشست میں کہہ لیتے ہیں؟

جامیؔ: جی ہاں۔ لیکن جب آمد بند ہو جاتی ہے تو قلم روک لیتا ہوں۔

رئیس: آپ کی زندگی کا کوئی اہم واقعہ جس نے آپ کی شاعری پر گہرا اثر ڈالا ہو؟

جامیؔ: فِکرِ معاش، عشقِ بتاں، فِکرِ جان وتن۔ یہی وہ واقعات ہیں جنھوں نے شاعر بنا رکھا ہے ورنہ میری کتابِ زندگی بہت ہی صاف اور سادہ ہے۔

رئیس: بس اَب آپ یہ بتائیے کہ آپ کے خیال میں بچوں کے شاعر کا مقصد کیا ہونا چاہئے۔

جامیؔ: کِسی طرح کے صِلے کی پرواہ کئے بغیر خدمتِ شعروسخن ''ہر کہ خدمت کرد اور مخدوم شد''

رئیس: کیا شاعر قدرتی ہوتا ہے؟

جامیؔ: ہر چند شاعری کا جذبہ قدرت کا انمول عطیہ ہے لیکن اچھا شاعر بننے کے لئے محنت اور مشق ضروری ہے۔

رئیس: آپ کے نزدیک اچھی نظموں کی کیا خصوصیت ہونی چاہیے؟

جامیؔ: خیالات میں جدّت اور نیاپن اور اندازِ بیاں ایسا ہو کہ سننے والے یا پڑھنے والے

www.urduchannel.in

کے دل و دماغ پر لاشعوری طور پر اپنا نقش چھوڑ دے۔

رئیس: آپ کی رائے میں بچوں کی نظموں کا مقصد کیا ہونا چاہئے؟

جامیؔ: بچوں میں خوداعتمادی پیدا ہو، اُن کے دل میں عمل اور یقین کا جذبہ اُبھرے۔ ماں باپ، بزرگوں اور اُستادوں کا احترام کرنے کی نصیحت ملے، اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا سبق حاصل ہو، سچائی، نیکی اور ایمانداری کی راہ پر مائل ہوں۔

رئیس: اَب میں آپ کے متعلق جاننا چاہوں گا کہ..... غالباً آپ کا پورا نام تو ''محمد عدیل فاروق'' ہے؟

جامیؔ: جی ہاں میرا پورا نام ''محمد عدیل فاروقؔ'' ہے اور میرے والد کو علاّمہ کیفیؔ چڑیا کوٹی کے تخلّص سے عالمی شہرت حاصل تھی۔

رئیس: آپ کب پیدا ہوئے اور کہاں تک تعلیم حاصِل کی؟

جامیؔ: یہ بندہ ۱۹۳۵ء میں اپنے نانہال موضع دریا دیال پور ضِلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوا..... ہائی اسکول علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے، انٹرمیڈیٹ یو۔پی بورڈ سے، جامعہ اُردو علی گڈھ سے ادیب کامل کا امتحان پاس کیا۔

رئیس: آپ کا ذریعہ معاش.....؟ اور آپ کے روزمرّہ کے محبوب مشغلے؟

جامیؔ: ذریعہ معاش سرکاری نوکری ہے..... اِس کی ادائیگی کے بعد جو وقت ملتا ہے وہ احباب کے درمیان ذکرِ شعروسخن اور مطالعہ میں صرف ہوتا ہے۔بس یہی دوسرے محبوب مشغلے ہیں۔

رئیس: آپ کی آخری آرزو۔؟

جامیؔ: میں اپنے ملک، قوم اور ملّت کے کام آؤں اور میری موت ایسی ہو جس پر زندگی کو رشک ہو۔ یہی میری آخری اور سب سے بڑی آرزو ہے۔ رئیس صاحب، بس کیجئے۔ بہت سوالات کر لیے آپ نے۔ کچھ دوسروں کے لئے بھی تو چھوڑیئے۔

رئیس: بس جامیؔ صاحب ہمارے سوالات تمام ہوئے، اب میں اجازت چاہوں گا۔

جامیؔ: اچھا رئیس صاحب خدا حافظ۔

OO

www.urduchannel.in

قیصر سرمست

(ادیب ومصور)

رئیس: سرمست صاحب تسلیم! میرا خیال ہے کہ آپ اس حقیر کو ضرور پہچان گئے ہوں گے۔ میں وہی رئیس صدیقی ہوں جس نے آپ کی خدمت میں کبھی ایک خط لکھا تھا۔ میرا نام بھی آپ اپنے فن سے متاثر ہونے والوں میں لکھ لیجئے۔

قیصر: اوہ! تو آپ ہی ہیں وہ رئیس صدیقی صاحب۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ غالباً میں نے آپ کی خدمت میں جو ابًا عرض کیا تھا۔ بھائی! آپ جیسے قدردانوں کی فہرست جب تیار ہوگی تو آپ کا نام سرفہرست رہے گا۔ یہی لکھا تھا نہ؟

رئیس: جی ہاں قیصر صاحب! لکھا تو آپ نے یہی تھا، بہت اچھی یادداشت ہے ماشااللہ

www.urduchannel.in

آپ کی !اچھا جناب..... اب میں یہاں آنے کا مقصد عرض کرتا ہوں ۔اگر آپ کے پاس وقت ہوتو ذرا تین چار سوالات کے جوابات دینے کی زحمت کیجئے۔

قیصر: حقیقت تو جناب یہ ہے کہ جواب دینا بہ نسبت سوال کرنے کے زیادہ مشکل اور دشوار کام ہے۔لیکن آپ تو مجھے بخشنے والے نہیں !فرمائیے؟

رئیس: وہ کون سے ایسے حالات تھے جن میں سب سے پہلا مضمون لکھا گیا اور وہ کب اور کہاں شائع ہوا ۔اس کے علاوہ آپ کی دیگر تخلیقات کن کن رسائل میں شائع ہوئیں اور شائع ہوتی رہتی ہیں؟

قیصر: یہ ذرا سوچ کر بتانا پڑے گا..... ہاں یاد آیا.....سب سے پہلا مضمون مجھ سے ایک ایرانی زلزلے نے لکھوایا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۶۰ء کی بات ہے ۔اس زلزلے سے مرنے والوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی جس کا میرے ذہن پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے زلزلوں پر کئی مضمون لکھے، جو حیدرآباد کے مشہور روز نامہ رسالہ ''رہنمائے دکن'' میں میرے خاندانی نام ''سید قیصر صلاح الدین'' کے نام سے شائع ہوئے۔ اس کے بعد ایک مدت تک مقامی اخبارات کے لئے ہی لکھتا رہا۔اس وقت میں نے اپنا نام ''قصیر سرمست'' کر لیا تھا۔ پھر خیال آیا کہ کب تک حیدرآباد کی حد تک محدود رہوں گا ؟ چنانچہ اسی خیال سے دوسرے رسالوں کو بھی تخلیقات بھیجنے لگا۔ ۱۹۶۱ء میں ماہنامہ ''نگار'' لکھنؤ میں چھپنے کے لئے حضرت نیازفتحپوری (مرحوم) کے پاس ڈرتے ڈرتے اپنا مضمون بھیجا۔ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ میں اس وقت غیر معروف سا تھا اور عام طور پر ایڈیٹر صاحبان انھیں ادیبوں اور شاعروں کو اپنے پر چوں میں چھاپتے ہیں جو زیادہ مشہور ہوتے ہیں۔آپ ہی بتایئے کہ میں یقین کیسے کر لیتا کہ میرا یہ مضمون ''نگار'' میں شائع ہوجائے گا۔مگر دوسرے ہی ماہ ''نگار'' دیکھ کر میں خوشی وحیرت سے اچھل پڑا۔اس لئے کہ نیاز صاحب نے میرے مضمون کو'' نگار'' کے پہلے ہی صفحہ پر جگہ دی۔ اس کے بعد میں تقریباً ہر رسالہ میں چھپنے لگا۔ مئی ۱۹۶۳ء میں ''کھلونا'' میں میرا ایک مضمون ''ڈھیل'' کے نام سے شائع ہوا، جو بے حد پسند کیا گیا تھا۔ ہندوستان اور پاکستان کے

www.urduchannel.in

مختلف رسالوں میں میرے مضمون ڈیڑھ سو سے زیادہ چھپ چکے ہیں۔

آپ ان رسالوں میں سے چند کے نام جاننا چاہتے ہیں، جن میں میرے مضامین شائع ہو چکے ہیں، تو پہلے ان چند رسالوں کے نام لکھئے جو بڑوں کے لئے نکلتے ہیں۔ ''نگار (ہندوستانی اور پاکستانی)، کتاب، شاخسار، آجکل، نیادور، شب خون، شیرازہ، شبستان، ہما، بانو، تجلّی، جامعہ، عالمی ڈائجسٹ، سیارہ ڈائجسٹ، اُردو ڈائجسٹ، الشجاع'' وغیرہ۔ بچوں کے پرچوں میں ''کھلونا، ٹافی، پیامِ تعلیم، مسرت، راہی، معصوم، غنچہ'' اور بچوں کا ''ڈائجسٹ''۔

رئیس: اب آپ یہ بتائیں کہ آپ نے کس آرٹس کالج میں داخلہ لیا۔مصوری کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ نے کہاں ملازمت کی؟ مصوری کا شوق آپ کو کب سے تھا ،اور اس میں دلچسپی لینے کا رجحان کس کی کارفرمائی سے ہوا۔؟ آپ ہندوستان کے کن کن آرٹسٹ سے متاثر ہیں، اور ہندوستان کے کن کن رسائل کے آپ نے سرورق بنائے ہیں؟

قیصر: میں نے تعلیم ختم کرتے ہی آرٹس کالج میں داخلہ نہیں لیا۔ بلکہ اوریسری (Orersery) میں ایک سال میں نے گنوادیا ۔اس کے بعد مجھے احساس ہوا کہ دوسری لائینوں میں وقت گنوانے سے اچھا ہے کہ مصوری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرلوں۔ یہی سوچ کر گورنمنٹ کالج آف فائن آرٹس اینڈ آرکیٹکچر (حیدرآباد) میں داخلہ لے لیا اور ۱۹۶۸ء میں اعلیٰ تجربات سے ڈرائنگ اینڈ پینٹنگ کا پانچ سالہ ڈپلوما پاس کیا۔

مصوری کا شوق مجھے بچپن ہی سے تھا۔ اسکول کے زمانے میں ڈرائنگ کے دو امتحان لوور اینڈ ہائیر پاس کر لیے تھے ۔آج سے دو سال پہلے میں نے حیدرآباد کی ایک پرائیوٹ کمپنی میں ملازمت کر لی تھی ۔مصوری کی طرف میرا رجحان پیدا کرنے میں میرے اسکول کے ڈرائنگ ماسٹر جناب عباس علی صاحب کا بڑا حصّہ ہے۔ میں ان کا نہ صرف شکر گزار ہوں بلکہ احسان مند ہوں کیوں کہ آرٹسٹ کی حیثیت سے مجھے جو شہرت نصیب ہو رہی ہے یہ ان ہی کا طفیل ہے۔

www.urduchannel.in

ہندستان کے کن آرٹسٹوں کو میں پسند کرتا ہوں اور متاثر ہوں؟ یہ بتانا بہت مشکل ہے ۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے علاوہ سب ہی کو آرٹسٹ سمجھتا ہوں ۔ادھر گذشتہ سال سے میں نے ہندوستان کے سبھی معیاری ،ادبی ،اور مشہور رسالوں جیسے آجکل ، نیادور ،کتاب ،شاہکار ،تحریک ،آہنگ ،شاخسار شعرو حکمت ،(سہ ماہی حیدرآباد)اور بہت سی کتابوں کے سرورق بنائے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ میرے ہوش سنبھالنے کیساتھ ہی جاگیرداری اور منصب داری کی لعنت سے والد صاحب کو چھٹکارا ملا یعنی دونوں چیزیں ختم ہوگئیں۔یہ اللہ کا احسان ہے کہ میرے والد (حضرت تمکین سرمست)اس ماحول میں پیدا ہوکر بھی شاعری کرتے رہے اور یہی ادبی ذوق مجھے اور میرے بڑے بھائی یوسف سرمست کو وراثت میں ملا۔

رئیس: بہت بہت شکریہ قیصر صاحب ۔

قیصر: نہیں جناب اس میں شکریہ کی کیا بات !خدا حافظ۔انشاء اللہ پھر کبھی ملاقات ہوگی۔ OO

پتہ: شوکت منشن ، یاقوت پورہ، حیدرآباد- ۲۳

www.urduchannel.in

سعادت صدیقی

(کہانی کار)

رئیس: آداب عرض !کافی دن سے آپ کو تلاش کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ملاقات ہوگئی۔

سعادت: یہ میری بدنصیبی ہے کہ آپ کو کافی زحمت اُٹھانی پڑی۔فرمایئے کیا حکم ہے؟

رئیس: آپ سے کچھ دیر بات کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا، اجازت ہوتو.....

سعادت: آپ نے بھی کمال کر دیا۔اس زمانے میں باتیں کرنے کے لئے اجازت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔فرمایئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟

رئیس: آپ تو جانتے ہیں کہ ماہنامہ ''ٹافی'' میں ہر ماہ بچوں کے ادیب یا شاعر کا انٹرویو

www.urduchannel.in

شائع ہوتا ہے تا کہ بچّے اپنے محبوب فنکاروں سے واقفیت حاصل کر سکیں ۔اسی غرض سے آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔

سعادت: جی ہاں! آپ کا یہ سلسلہ نہایت کارآمد ہے۔ پہلے زمانے میں صرف فن کی قدر کی جاتی تھی اور فن کاروں سے کوئی دلچسپی نہیں لی جاتی تھی۔لیکن اس دور میں فن کے ساتھ ساتھ، فنکاروں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہو گیا ہے۔مگر جناب! میں نہ شاعر، نہ ادیب اور نہ کہانی کار، میرا انٹرویو لے کر کیا کریں گے آپ!

رئیس: خیر یہ تو آپ کی انکساری ہے۔ ماشااللہ آپ۔۔۔؟

سعادت: تعریفوں کے پُل نہ باندھیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہوجاؤں تو.....سرِ تسلیم خم ہے۔

رئیس: سب سے پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی۔ والدِ محترم کا کیا نام ہے؟ آپ نے تعلیم کہاں تک حاصل کی؟

سعادت: میری تاریخ پیدائش ۱۵/مارچ ۱۹۴۵ء ہے۔لکھنؤ میں ہی پیدا ہوا۔ والد کا نام ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ہے جو لکھنؤ یونیورسٹی میں اُردو کے استاد ہیں۔ ابتدائی تعلیم انھیں سے حاصل کی۔ انگریزی تعلیم کا آغاز ممتاز اسکول میں ہوا۔ ہائی اسکول کا امتحان ممتاز اسکول سے، اور انٹر اسلامیہ کالج سے سکنڈ ڈویژن سے پاس کیا۔اس کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔اے اور آنرس کی ڈگریاں فرسٹ ڈویژن سے، اور ایم۔اے اسپیشل کی ڈگری فرسٹ ڈویژن فرسٹ پوزیشن میں حاصل کی۔ ایم۔اے میں سب سے زیادہ نمبر ملے اور گولڈ میڈل دیا گیا۔ اسی سال دہلی یونیورسٹی سے تحقیقی کام (پی۔ایچ۔ڈی) کے لئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے اسکالرشپ دیئے جانے کا فیصلہ کیا گیا، ۱۹۶۸ء میں دہلی یونیورسٹی سے ہی ایم۔فِل (پی۔ایچ۔ڈی سے متعلقہ ڈگری) کا کورس فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔تصنیف وتالیف نیز اُردو کی خدمت آج کل میرے محبوب مشاغل ہیں۔

رئیس: حصولِ تعلیم کے علاوہ، آپ کی دیگر مصروفیات اور مشاغل کیا ہیں؟ احمد جمال پاشا

www.urduchannel.in

صاحب نے آپ کے بارے میں بہت اچھا خاکہ لکھا ہے۔اس کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ ابتدا سے ہی کام کے آدمی رہے ہیں۔

سعادت: میں فطرتاً تنہائی پسند اور خاموش طبیعت واقع ہوا ہوں۔ سنجیدگی، کم سخنی، خودداری اور بردباری کی حقیقت دوسرے بتا سکتے ہیں۔ ہاں، احمد جمال پاشا صاحب نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ ان کی محبت ہے۔ بڑھاپا بچپن سے ہی مجھ پر غالب رہا ہے، کھیل کود میں ہمیشہ ڈل رہا ہوں۔ البتہ ادبی سرگرمیوں اور نشستوں میں شرکت شروع سے ہی کرتا آیا ہوں۔عہدیدار اور سامع دونوں حیثیتوں سے انجمن ترقیٔ ادب، انجمن ادبِ اطفال، اُردو فارسی سوسائٹی، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں (لکھنؤ ودہلی) کے ادبی جریدوں کے ادارتی بورڈ کے ممبر کی حیثیت سے ادبی وعلمی کام کرتا رہا ہوں۔ آج کل محسن اکادمی۔ اِدارہ فروغ اُردو، اور ممتاز اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں مختلف عہدوں پر فرائض انجام دے رہا ہوں۔ ماہنامہ ''فروغ اُردو'' لکھنؤ کی مجلس ادارات کا رکن بھی ہوں۔بس یہی میرے مشاغل ہیں اور یہی میرے فرائض۔

رئیس: آپ نے کہانیاں لکھنے کا آغاز کب اور کس مقصد کے تحت کیا تھا؟

سعادت: کہانیاں لکھنے کا سلسلہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ میری ابتدائی کہانیاں سب سے پہلے اخبارات میں شائع ہوئیں۔ پھر معلوماتی اور ادبی مضامین اسکول اور کالج کی میگزین میں چھپے۔اس زمانہ میں کہانیاں اور مضامین لکھنے کا کوئی خاص مقصد اور نظریہ نہ تھا۔شروع شروع میں نام چھپنے کا شوق سب کو لکھنے لکھانے پر آمادہ کرتا ہے۔جس کا شکار میں بھی تھا۔لیکن بعد میں اُردو زبان وادب کی خدمت بنیادی مقصد ہو گیا۔گھریلو ماحول نے اس کو جِلا بخشی۔والد صاحب اُردو کے بے لوث خادم اور شیدائی ہیں۔اُردو سے متعلق ہر تحریک میں انھوں نے سرگرمی وتندہی سے شرکت کی ہے اور اَن گِنت قربانیاں دی ہیں۔ان کے اس جذبۂ قربانی نے ہی مجھے اُردو کی طرف مائل کیا، میں یہ بتانا بھول ہی گیا تھا کہ دسویں تک میں سائنس کا طالب علم رہا ہوں۔ بعد میں انھیں اسباب کی وجہ سے، آرٹ اور ادب کا طالب علم بن گیا اور اُردو میں لکھنے لکھانے کا شوق

www.urduchannel.in

سوار ہوا۔

رئیس: کیا آپ نے نظمیں بھی کہی ہیں۔؟ بڑوں کی صف میں کب شامل ہوئے۔؟ اب تک کتنی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔؟

سعادت: جی ہاں! میں نے چند نظمیں بھی گڑھی ہیں، جو بچّوں کے رسالوں میں چھپ چکی ہیں۔ گڑھی کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ ان نظموں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یوں تو میری کہانیاں بچوں کے تقریباً تمام رسالوں میں شائع ہوئی ہیں۔ کہانیوں کا ایک مجموعہ ''بچّوں کی لوک کہانیاں'' ادارہ ''ٹافی'' نے شائع کیا ہے۔ چار پانچ مجموعے زیرِ طبع ہیں اور دو تین زیر ترتیب۔ بڑوں کی صف میں چار پانچ سال قبل داخل ہوا ہوں۔ اس عرصہ میں دو درجن سے زیادہ مضامین ادبی جریدوں میں چھپے ہیں۔ سماجی موضوعات پر بھی لکھنے کی کوشش کی ہے۔ حسب ذیل تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں.....

(۱) آئینہ نثر اردو برائے بی۔اے، (۲) شرح ادب پارے برائے انٹرمیڈیٹ (۳) جیسہ غالب، اور (۴) حمید صدیقی فن اور شخصیت، (۵) آئینہ نظم اردو برائے بی۔ اے (۶) کچھ غالب کے بارے میں ادبی کتابیں ترتیب دے رہا ہوں۔ آل انڈیا ریڈیو سے ادبی تقاریر اور فیچر بھی نشر ہوتے رہتے ہیں۔

رئیس: آپ کی کہانیوں میں کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ ''بچّوں کی لوک کہانیاں'' پر ایڈیٹر پیام تعلیم کا بھی یہی تبصرہ ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

سعادت: جی ہاں! یہ بات کسی حد تک صحیح ہے۔ کہانیاں لکھتے وقت میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ نہایت آسان زبان اور سیدھے سادے طرز میں وہ بات پیش کروں جو بچوں کی نفسیات پر اچھا اثر ڈالے اور جسے پڑھ کر وہ اچھے کاموں کی طرف راغب ہوں۔ اسی لئے میں دیگر زبانوں کی سبق آموز کہانیوں کے مرکزی خیال کو ذہن میں رکھ کر کہانیوں کے کئے ہیں، جن سے کوئی سبق حاصل ہو۔

رئیس: اُردو میں بچّوں کے ادب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سعادت: اُردو میں بچوں کا ادب بہت ہی مفلس ہے اور دیگر زبانوں کے مقابلے میں

www.urduchannel.in

اس کا میعار بھی پست ہے۔ ہمارے ہاں گنتی کے ادیبوں شاعروں نے بچوں کی طرف توجہ دی ہے۔ اس کا سبب غالباً یہ ہے کہ بچوں کے لئے کچھ لکھنا بہت ہی دشوار کام ہے۔ اسی لئے ہمارے بیشتر ادیب وشاعر بچوں کی نفسیات سے دور جا پڑتے ہیں۔ بچوں کے لئے لکھتے وقت اپنی علمیت کی دھاک بٹھانے کا خیال دل سے نکال کر بچّوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

رئیس: آپ کی نظر میں اُردو کا مُستقبل۔؟

سعادت: اس کا انحصار خود اردو والوں پر ہے۔ اگر وہ چاہیں تو روشن ہے، نہ چاہیں تو انتہائی تاریک۔ زبانیں تلواروں اور حکومتوں کے ذریعہ زندہ نہیں رہتیں۔ ان کی زندگی کا دارومدار عوام پر ہوتا ہے۔ جب تک اُردو پڑھنے والے بچّے موجود رہیں گے اُردو کو کوئی طاقت فنا نہیں کر سکے گی۔

رئیس: اچھا سعادت بھائی، آپ کا کافی وقت لیا۔ اب چلنے کی اجازت دیجئے۔ پھر ملاقات ہوگی۔

سعادت: اچھا..... خدا حافظ!

OO

www.urduchannel.in

نثارؔ عبّاسی

(شاعر)

نثارؔ:

آیئے! آیئے میاں رئیس
کہاں یہ گھر اور کہاں رئیس
کہاں رئیس اور غربت خانہ
عید کا چاند ہے آپ کا آنا
موجود ہیں جن سے تھا ملوانا
خوب ہوا یہ آپ کا آنا

رئیس:

ملیے یہ ہیں نثارؔ عبّاسی
شاعر بھی اور ساحر بھی
الفاظ میں جادو کرتے ہیں
بچّے اِن کا دم بھرتے ہیں
دُبلے، پتلے، لمبے سے
یہ ہیں شاعر بچّوں کے
چہرہ سے عیاں آثارِ تفکّر
ذہن میں اٹھائے بارِ تفکّر
یعنی یہ ہیں مفکّر بھی
شاعرنما اور شاعر بھی
بذلہ سنج اور خوش گفتار
نام تخلّص ایک نثارؔ

نثارؔ:

ہے جو تعارف میں یہ شدت
ہے جو تعارف میں یہ شدت
ورنہ کہاں یہ نثارِ حزیں
اہل ہُنر کا خوشہ چیں
یعنی اِک گمنام سا شاعر
کیسا شاعر کہاں کا ماہر
یہ ہے اُن کا حسنِ ظن
کہتے ہیں مجھ کو اہلِ فن

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

ہاں لیجئے اب آپ انٹرویو
کام کی ہو کچھ گفتگو‘‘

رئیس: خیر یہ تو آپ کا انکسار ہے ’’بچّوں‘‘ اور ’’بچّوں کی دنیا‘‘ میں آپ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔

نگاہیں اہلِ فن پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چُھپتا ہے اکبرؔ پھول پتّوں میں نہاں ہو کر

رئیس: لیکن جناب، آپ اور آپ کے والد محترم کا پورا نام جاننے کی خواہش ہے۔

نثارؔ:

نام ہے اِسم پاک کے مابین
یعنی محمد نثارؔ حسین
یاد جب آتی ہے کر جاتی ہے بے چین
محترم کا نام تھا اشفاقؔ حسین
پنج وقتہ کرتا رہتا ہوں دُعا
جنّت الفردوس ہو اُن کو عطا

رئیس: آپ کا وطن کہاں ہے اور آپ نے تعلیم کہاں پائی؟

نثارؔ:

میرا وطن ہے ’’گھاٹم پور‘‘
قصبہ بڑا ہے اور مشہور
یعنی یہ ہے اِک تحصیل
’’کانپور‘‘ سے بتّیس (۳۲) میل
’’کرائس چرچ‘‘ نے دی ہے ’’نالج‘‘
کانپور کا مشہور ہے کالج

درئیس: آپ نے تعلیم کہاں تک حاصل کی اور اس وقت شغل کیا ہے؟

www.urduchannel.in

نثارؔ:

ڈگری ہے میری ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی
عہدہ ہے میرا ’’پرنسپلی‘‘

رئیس: ان دنوں آپ کہاں ملازم اور مقیم ہیں؟

نثارؔ:

’’نیو انگلش اسکول‘‘ زندہ باد
قیام ہے میرا الہ آباد۔

رئیس: آپ کے ماشاء اللہ کتنے بچّے ہیں، اور اُن کے کیا نام ہیں؟

نثارؔ:

پانچ ہیں بچّے ماشاء اللہ
گڈّوؔ، پپّوؔ، عذرا، صبیحہؔ۔
سب سے چھوٹے ہیں سفیانؔ
سکونِ دِل اور راحتِ جاں

رئیس: آپ کو شعر کہنے کے لئے بالعموم کیسے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے؟

نثارؔ:

آمد جب کرتی ہے فسوں
چاہتا ہوں بیحد میں سکوں

رئیس: آپ کے فرصت کے اوقات میں کیا شغل رہتا ہے؟

نثارؔ:

شغل ہے میرا لکھنا پڑھنا
بچّوں کے لئے نظمیں کہنا
ترجمہ کرنا اِنگلش نظمیں
اضافہ کرنا اُردو ادب میں

www.urduchannel.in

رئیس: آپ نے شعر کہنا کب سے شروع کیا؟

نثارؔ:

شعر ہوں کہتا بچپن سے
لگاؤ ہے فطری اِس فن سے

رئیس: محترم آپ کے شعر کہنے کے اوقات کیا ہیں؟

نثارؔ:

فکر ہوں کرتا راتوں میں
کرتا ہوں نصیحت باتوں میں

رئیس: آپ کے نزدیک اچھّی نظموں کی کیا خصوصیات ہیں؟

نثارؔ:

تفریح محض ہے بالاتر
نظمیں ہوں پُر مغز تو بہتر
بچّوں کی اصلاح ہو مقصد
طرزِ بیاں محتاط ہو بے حد

رئیس: اپنے ہمعصروں میں آپ کا اپنی نظر میں کیا مقام ہے؟

نثارؔ:

خودستائی سے جو ڈرتا ہے نثارؔ
کیا کہے پھر آپ سے یہ خاکسار

رئیس: آپ نے اب تک بچّوں کی کتنی نظمیں کہی ہیں؟

نثارؔ:

چھائے ہوں جیسے ذہن پہ حالیؔ
سیکڑوں نظمیں ہیں کہہ ڈالی

رئیس: کیا آپ کی مطبوعہ بچّوں کی نظموں کا کوئی مجموعہ شائع ہو چکا ہے؟

www.urduchannel.in

نثارؔ:

کر رہا ہوں یکجا لخت ہائے جگر
دیکھئے شائع ہو کب ''سلکِ گہر''

رئیس: کیا ایک ہی نشست میں آپ بچّوں کی ایک نظم مکمّل کر لیتے ہیں؟

نثارؔ:

کہتا ہوں جو کچھ وہ آمد کے تحت
میں نہیں آورد کا ہوں ما تحت

رئیس: بچّوں کی نظموں کے علاوہ کیا آپ اور بھی کچھ کہتے ہیں؟

نثارؔ:

طنز و مزاح اور نظم و غزل
کہتا رہتا ہوں میں مسلسل

رئیس: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہبری کس نے کی؟

نثارؔ:

دیا اسلوب سوزِ جگر نے
تو کی ہے رہبری فکر و نظر نے

رئیس: آپ کی نظر میں آپ کی چند بہترین بچّوں کی نظمیں کون کون سی ہیں؟

نثارؔ:

بات تو سچّی یہ ہے جناب
کھیل نہیں ہے انتخاب
تخیل میں ہیں جذبات شامل
شاعر کے لئے یہ کام ہے مشکل
ہر نظم ہے اپنی اپنی جگہ پر
شاعر کے تخئیل کا پیکر

www.urduchannel.in

کسی کے خدو خال ہیں اچھّے
کوئی درست ہے نوک و پلک سے
کسی میں بے پایاں روانی
اور کسی میں جادو بیانی
کون سی نظم ہے کس پر بھاری
نقّاد بتائے یا قاری
یوں ''میری کیاری'' اور ''موٹر''
نظمیں ہیں اک حد تک بہتر
ہے نظم جو نیلام اور اتحاد''
خود ہے زمانہ کی نقاد
پرکھیں گے انھیں جب اہلِ نظر
اُس وقت کھلیں گے اُن کے جوہر
ہر شعر ہے میرا لختِ جگر
کس کو کہوں میں کون ہے بہتر

رئیس: آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے !اور آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟

نثارؔ:

جائے پیدائش ہے بریلی جناب
زیست کا روشن ہو ایاں آفتاب
چوبیس ستمبر سن ستائیس
یہ ہے میرا سنہ پیدائش

رئیس: محترم اپنی ایک تصویر عنائت کریں تو عین نوازش ہوگی۔

www.urduchannel.in

نثار:

میری تصویر میری شخصیت بتلا نہیں سکتی
کہ صورت دِل کی گہرای کو ہرگز پا نہیں سکتی
یہ اِک کاغذ کے ٹکڑے پر فقط صورت کا خاکہ ہے
کہ سیرت کی جھلک اس میں نظر کچھ آنہیں سکتی

رئیس: محترم ایک آخری سوال کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ کی سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟

نثارؔ:

حُسنِ سیرت نکھار دے یا رب
نقش صالح ابھار دے یارب!
التجائے نثارِ عاصی ہے
دین و دنیا سنوار دے یا رب!

OO

پتہ:۔ بنگلہ نمبر ۲۲، اسٹینسل روڈ، نیا کٹرہ، الہ آباد (یو۔پی)

www.urduchannel.in

قدیر جاوید پریمی

(کہانی و ناول نگار، صحافی)

رئیس: آداب عرض ہے پریمیؔ صاحب۔ بھئی بہت خوب..... بڑے اچھے موقع پر میں حاضر ہوا..... ویسے آپ یقین کیجئے کہ میں راستے بھر یہی دعا کرتا رہا کہ آپ گھر ہی میں ہوں، خدا کا شکر ہے۔ ہاں تو جناب اب میں اپنے انٹرویو کا آغاز کرتا ہوں؟

قدیرؔ: ضرور ضرور، آیئے۔ اِدھر تشریف رکھئے..... پوچھئے جناب کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟

رئیس: قدیر صاحب! سب سے پہلے تو آپ یہ بتانے کی زحمت کریں کہ آپ نے

www.urduchannel.in

''بچپن'' کا کیوں کر اجرا کیا تھا؟ اور وہ کن وجوہات کی بنا پر بند ہو گیا؟

قدیرؔ: بھیّا..... ''بچپن'' شروع میں کئی سال تشریح جریدہ رہا تھا مگر طاہرؔ سعید اور ایس۔ پی سنتوش صاحبان کی شمولیت نے اسے بچوں کے لئے مخصوص شکل دے دی۔ جہاں تک رسالہ بند ہونے کا سوال ہے تو وہ سرمایہ کی کمی کی وجہ سے بند ہوا تھا۔

رئیسؔ: آپ کن کن اخبار و رسائل کے چیف ایڈیٹر و جوائنٹ ایڈیٹر رہ چکے ہیں؟

قدیرؔ: میں ماہانہ ''بچپن''، ''لیاقت''، ''پیشکش''، ''رنگ و نور''..... کا چیف ایڈیٹر اور ہفتہ وار ''آزادی''۔۔۔۔ روہیل کھنڈ اُردو'' کا جوئنٹ ایڈیٹر رہ چکا ہوں۔

رئیسؔ: آپ بچوں کی کہانیاں زیادہ تر کِس موضوع پر لکھنا پسند کرتے ہیں؟

قدیرؔ: بچوں کے لئے لکھتے وقت بھی یوں تو سنجیدہ اور نصیحت آمیز موضوع پسند کرتا ہوں مگر کبھی کبھی مزاح بھی لکھ لیتا ہوں۔

رئیسؔ: کیا بچوں کی کہانیاں لکھتے وقت آپ صرف ''مقصد اور نصیحت'' پر توجہ دیتے ہیں؟

قدیرؔ: جی ہاں جناب! بچوں کے لئے لکھتے وقت میرے سامنے ''مقصد اور نصیحت'' بس دو ہی چیزیں زیادہ اہم ہوتی ہیں۔

رئیسؔ: آپ کے دل میں کِس طرح کے کرِدار ہمدردی کا احساس پیدا کرتے ہیں؟

قدیرؔ: احساسِ غربت اور بے گناہ کو ستانے والے مناظر مجھے بہت زیادہ متاثر کرتے ہیں۔

رئیسؔ: قدیرؔ صاحب، کیا ہر اچھا ادیب اچھا انسان بھی ہوتا ہے؟ کیا کہانیاں ادیب کی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں؟ اور اگر یہ سچ ہے تو کیا آپ کی کہانیاں آپ کی شخصیت کی عکّاس ہوتی ہیں؟

قدیرؔ: بھیا ضروری نہیں ہے کہ ایک اچھا ادیب اچھا انسان بھی ہو لیکن کسی حد تک ہر ادیب کے فن میں اس کا اپنا ہی عکس بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ میں بھی اسی صف میں ہوں۔

رئیسؔ: آپ کے نزدیک ہمارے بچّوں کے ادیبوں کا ادب تخلیق کرتے وقت کیا مقصد ہونا چاہئے؟

www.urduchannel.in

قدیرؔ: بھئی بڑا پیارا سوال ہے آپ کا! بچوں کے لئے لکھتے وقت واضح مقصد نصیحت، سچائی اور ایمانداری مصنّف کو مدّنظر رکھنا چاہئے اور جہاں تک کہانیوں کے مواد کا تعلق ہے، تو عرض یہ ہے کہ بلند حوصلگی، ایمانداری، اطاعت و خدمت، خوش گفتاری، تہذیب و اخلاق ہماری بچوں کی کہانیوں کا مواد ہونا چاہیئے۔ اگر کہانیوں میں یہ جذبے کارفرما نہیں ہوتے ہیں تو ان کہانیوں کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

رئیسؔ: کیا کسی اردو ادیب نے بچوں کی ایسی کہانیاں بھی تخلیق کی ہیں جن کو کسی بھی ترقی یافتہ زبان کے بچوں کے ادب کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے؟

قدیر: جی ہاں، کڑی تنقیدوں نے آج اردو ادب میں بچوں کے لیئے کچھ ایسی چیزیں بھی لکھوا دی ہیں جنھیں بلاشبہ دوسری زبانوں کے مقابلوں میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کرشن چندر کی کہانیاں۔

رئیس: بچوں کی کہانیوں کے علاوہ آپ اور کیا کیا لکھتے ہیں؟

قدیر: بچوں کے ادب کے علاوہ میں نے اب تک سو ڈیڑھ سو بڑوں کے لیے مضامین اور کہانیوں کے علاوہ کئی ناول بھی لکھے ہیں جن میں سے چھ ناول، ''ریت کے محل، کنارہ نہ ملا، دھوپ چھاؤں، راستے اور موڑ، خزاں کا پھول'' اور ''جہاں والے'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ساتواں ناول پانی پت سے چھپنے والا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مقبول ''ریت کے محل'' ہوا۔ اس ناول پر عادل رشید نے میرے فن پر اپنی رائے بھی لکھی ہے۔

رئیسؔ: کیا لکھا تھا عادلؔ صاحب نے؟

قدیرؔ: ایک منٹ، میں فائل سے کٹنگ لے آوں..... یہ لیجئے عادل صاحب کی پوری تحریر، اس میں آپ جو حصّہ بھی مناسب خیال کریں وہ اس میں سے نقل کر لیں۔

رئیس: ''میں ذہنی طور پر اُن کی تحریروں سے متاثر ہوا ہوں اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں ہے کہ وہ آگے چل کر ہمارے مُلک کے ایک کامیاب فنکار کی حیثیت حاصل کر لیں گے۔ قدیرؔ صاحب کے پاس خوبصورت الفاظ بھی ہیں اور وہ ان کے استعمال

www.urduchannel.in

کرنے کا سلیقہ بھی جانتے ہیں۔ عادلؔ رشید، بمبئی، ۱۳ اپریل ۱۹۵۹ء۔'' تبصرے کا یہ حصّہ جناب میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ اب آپ یہ بتانے کی زحمت کریں کہ آپ نے بچوں کے کتنے ناول لکھے ہیں اور کیا کوئی بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے؟

قدیرؔ: بچوں کے لیے بھائی میرے فی الحال تو دو ناول، گھر کے بھیدی، اور بدشکل انسان، ماہنامہ، ''نونہال'' کراچی سے چھپ چکے ہیں۔ تیسرا ناول بھی ''خونِ ناحق'' کے نام سے کراچی سے چھپنے والا ہے۔ چوتھا ناول ''روح کا انتقام'' ہے جو ادارہ ''چندانگری'' سے چھپنے والا ہے۔ بچوں کے لیے فی الحال کہانیاں ہی چھپی ہیں۔ الگ سے کہانیوں کا کوئی مجموعہ طبع نہیں ہوا ہے۔

رئیسؔ: آپ نے بچوں کا ادب کس مقصد اور نصب العین کے تحت تخلیق کرنا شروع کیا؟

قدیرؔ: بچوں کے لیے لکھنے کا مقصد میرا بس اتنا ہی تھا اور ہے کہ انھیں میری کہانیوں سے اچھیّ اچھیّ باتیں سیکھنے کا موقع ملے۔ جو پست حوصلہ ہوں ان کے حوصلے بلند ہوں، ان میں ایمانداری کا جذبہ پیدا ہو۔ بڑوں کی اطاعت و خدمت کی توفیق ہو۔

رئیسؔ: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کرنے والی ہستی؟

قدیرؔ: ہر وہ صالح تحریر جس سے انسانیت بلند ہو اور اسی تحریر کے خالق کو آپ میری ادبی زندگی میں رہنمائی کرنے والی ہستی بھی کہہ سکتے ہیں۔

رئیسؔ: آپ نے اپنی بچوں کی پہلی کہانی کب لکھی اس کا عنوان کیا تھا؟ وہ کب اور کس رسالہ میں شائع ہوئی اور اُس کہانی کا موضوع کیا تھا؟

قدیرؔ: جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، بچوں کے لیے میری پہلی کہانی غالباً ۱۹۵۴ء میں شاید ''نونہال'' کراچی میں، ''اللہ جو کرتا ہے'' کے عنوان سے چھپی تھی۔ شاید غربت کا موضوع تھا اس کہانی کا۔

رئیسؔ: ابتدا میں آپ بچوں کے کن ادیبوں سے متاثر ہوئے یا آج کل سب سے زیادہ آپ بچوں کے کس ادیب سے متاثر ہیں؟

قدیرؔ: میں ہر اُس ادیب سے ابتدا میں متاثر ہوا اور اب بھی متاثر ہوں جن کا نصب

www.urduchannel.in

العین زندگی سے قریب ہوکر لکھنا ہے اور یوں میں انفرادی طور پر نہ تو بچوں کے کسی ادیب سے متاثر ہوں اور نہ بڑوں کے۔

رئیسؔ: آپ کی چند بہترین کہانیاں آپ کی نظر میں؟

قدیرؔ: آنسوں اور پھول، اُردو کی جیت، پوچھتا چھ وغیرہ۔

رئیسؔ: لکھتے وقت آپ کو کیا ماحول درکار رہوتا ہے؟ آپ کے لکھنے کے اوقات کیا ہیں؟

قدیرؔ: شاید آپ یقین نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں ادھر چھ سال سے زیادہ تر کہانیاں وغیرہ دُکان پر ہی بیٹھ کر لکھتا ہوں اور دُکان پر جیسا ماحول ہوتا ہے، وہ آپ بھی بخوبی جانتے ہیں۔

رئیسؔ: کیا آپ ایک ہی نشست میں ایک کہانی مکمل کر لیتے ہیں؟ اور کیا کہانی قلمبند کرنے سے قبل اس کا خاکہ یا پلاٹ آپ اپنے ذہن میں ترتیب دے لیتے ہیں؟

قدیرؔ: اجی رئیسؔ صاحب! کہانی کا پلاٹ کیا، میں تو پوری کہانی ذہن میں مرتب کرنے کے بعد ایک ہی نشست میں قلم بند کرتا ہوں، خواہ کہانی بچوں کی ہو یا بڑوں کی۔

رئیسؔ: انٹرویو کا سلسلہ آپ کے نزدیک کیا اہمیت رکھتا ہے؟

قدیرؔ: اجی آپ کے اس انٹرویو کے سلسلے کا کیا کہنا۔ کم ازکم بچوں کے ادب میں تو یہ بالکل نئی چیز ہے اور پھر ہے بڑی دلچسپ۔ بچوں کو ان انٹرویوز کے ذریعہ گھر بیٹھے لکھنے والوں کے حالات معلوم ہوجاتے ہیں۔ اس لیے یہ اور بھی زیادہ اہم ہے۔

رئیسؔ: آپ کی زندگی کا کوئی اہم حادثہ؟

قدیرؔ: برادرم میری زندگی کا سب سے بڑا حادثہ یہ ہے کہ ماں جیسی ہستی تو ادائل عمر میں ہی داغِ مفارقت دے گئی اور اس کے بعد والد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ بھلا اس سے بھی اہم حادثہ اور کیا ہوگا؟

رئیسؔ: آپ کے دادا مرحوم کس عہدے پر فائز تھے؟ آپ کا اور آپ کے والد کا پورا نام کیا ہے اور ہاں، یہ پریمیؔ لفظ آپ نے اپنے نام کے ساتھ کیوں لگا لیا جبکہ آپ کا نام قدیر جاوید بڑا ہی پیارا ہے؟

www.urduchannel.in

قدیرؔ: بھئی میرا موروثی نام قدیر احمد ہے اور والد صاحب کا نام جمیل احمد۔ میرے دادا مرحوم نثار احمد انگلینڈ رٹرن سول سرجن تھے۔ پس شروع میں یوں ہی لفظ پریمیؔ شامل کر لیا تھا۔ لیکن جب علیحدہ کرنے کا خیال آیا تو معلوم ہوا کہ لاہور میں بھی قدیر جاوید کے نام سے کوئی کہانی کار موجود ہیں۔ لہٰذا جب سے علیحدہ کرنے والی بات سوچنا بھی چھوڑ دی۔

رئیس: بہت بہت شکریہ۔ خدا حافظ!

OO

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

کیف احمد صدیقی

شاعر)

رئیس: معاف کیجئے گا میں آپ سے چند سولات کرنا چاہتا ہوں؟

کیف: شوق سے کیجئے۔ پوچھئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

رئیس: آپ کا اور آپ کے والدمحترم کا پورا نام کیا ہے؟

کیف: میرا خاندانی نام احتشام علی صدیقی ہے اور قلمی نام کیف احمد صدیقی ہے۔

میرے والدمحترم کا پورا نام عبدالمنان صدیقی ہے۔

رئیس: آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے اور تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے؟

کیف: میری پیدایش ۱۲/ جنوری ۱۹۴۳ء میں سیتاپور خاص میں ہوئی۔ آجکل میں ایم۔اے۔ کا پرائیویٹ طالب علم ہوں۔ جامعہ اُردو علیگڑھ سے ادیب کامل اور آگرہ ٹیچرس ٹریننگ کے امتحانات پاس کر چکا ہوں۔ اب تک میں نے سارے امتحانات فرسٹ یا سکینڈ ڈویژن میں نمایاں نمبروں کے ساتھ پاس کیے ہیں۔

رئیس: آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟

کیف: میں تقریباً گزشتہ سات برسوں سے میونسپل انٹر کالج، سیتاپور میں معلم ہوں۔

رئیس: آپ نے اپنی پہلی نظم کب کہی، اس کا عنوان کیا تھا اور وہ کب شائع ہوئی؟

کیف: میں نے اپنی پہلی نظم ''جی چاہتا ہے'' کے عنوان سے غالباً بارہ برس کی عمر میں کہی تھی جو اسی زمانہ میں ''غنچہ'' (بجنور) کے کسی شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ نظم کی اشاعت کا ٹھیک سے وقت یاد نہیں آرہا ہے۔

رئیس: آپ نے بچوں کے لئے نظمیں کس نظریے سے کہنا شروع کی تھیں اور یہ سلسلہ اب تک کیوں کر جاری ہے؟

کیف: میں نے اپنی ابتدائی عمر ہی سے صرف اپنے شعری ذوق کی تسکین کے لیے بغیر کسی نظریے کے تحت بچوں کی نظمیں کہنا شروع کر دی تھیں۔ سنِ شعور تک پہنچنے کے بعد میرا ذہن زیادہ تر بڑوں کا ادب تخلیق کرنے میں مصروف رہا مگر بچوں کے لیے بھی مجھ سے خاموش نہیں رہا گیا اور آج تک نہ جانے کیوں یہ سلسلہ جاری ہے اور شاید آخر عمر تک جاری رہے گا۔

رئیس: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کس نے کی؟

کیف: میں نے آج تک کسی بھی استادِ سخن سے اصلاح لینا مناسب نہیں سمجھا اور ہمیشہ میرے شعور نے ہی میری رہنمائی کی۔

رئیس: آپ بچّوں کے کس شاعر سے زیادہ اور کیوں متاثر ہیں؟

www.urduchannel.in

کیف: میں آج تک بچوں کے کسی بھی شاعر سے متاثر نہیں ہوا۔ ممکن ہے غیر شعوری طور سے کوئی شاعر مجھ پر اثر انداز ہو گیا ہو مجھے اس کا علم نہیں۔

رئیس: ہمعصر شاعروں میں آپ کا پسندیدہ شاعر کون اور کیوں ہے؟

کیف: ہمعصر شاعروں میں بھی میرا کوئی مخصوص پسندیدہ شاعر نہیں ہے۔ کبھی کسی شاعر کی نظم پسند آجاتی ہے تو کبھی کسی شاعر کی۔

رئیس: اپنے ہمعصروں میں آپ کا اپنی نظر میں کیا مقام ہے؟

کیف: اس سوال کے جواب سے خود ستائشی کا پہلو نکل سکتا ہے۔ ویسے دوستوں کی رائے میں اگر بچوں کے شاعروں کو انگلیوں پر گنا جائے تو میرا نام پہلی انگلی پر ہی آجائے گا۔

رئیس: آپ کی نظر میں آپ کی چند بہترین نظمیں کون کون سی ہیں؟

کیف: اس بارے میں کبھی میں نے سنجیدگی سے غور نہیں کیا پھر بھی سائنسدانوں کے نام، محنت کے پھل، مادری زبان، مرزا غالب، چاند، انٹرول، نئی ایجاد، لوری، مستقبل کی آواز وغیرہ میری پسندیدہ نظمیں ہیں۔

رئیس: آپ نے اب تک کل کتنی نظمیں کہی ہیں؟

کیف: میں نے اب تک بچوں کے لیے تقریباً ڈیڑھ دو سو نظمیں کہی ہیں۔

رئیس: کیا آپ کی مطبوعہ نظموں کا کوئی مجموعہ شائع ہو چکا ہے؟

کیف: حال ہی میں بڑوں کے لیے میرا ایک شعری مجموعہ ''گرد کا درد'' نمائندہ کتاب گھر شیخ سرائے سیتاپور (یو۔پی) سے شائع ہوا ہے، بچوں کے لیے بھی میری نظموں کا ایک مجموعہ ''پیاری نظمیں'' جلد ہی شائع ہونے والا ہے۔

رئیس: آپ کے نظمیں کہنے کے اوقات کیا ہیں؟

کیف: شعر کہنے کے لیے کوئی خاص اوقات مقرر نہیں ہیں۔ جس وقت بھی موقع اور موڈ ہوتا ہے، شعروں کا نزول ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ویسے زیادہ تر رات میں ہی شعر کہتا ہوں۔

رئیس: شعر کہتے وقت عموماً آپ کو کیسا ماحول درکار ہوتا ہے؟

www.urduchannel.in

کیف: شعر گوئی کے وقت سکون اور تنہائی کا ماحول ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ مگر زیادہ شور وغل کے عالم میں ہی مجھے شعر کہنا پڑتا ہے۔

رئیس: کیا ایک ہی نشست میں آپ ایک نظم مکمل کر لیتے ہیں؟

کیف: زیادہ تر نظمیں میں ایک ہی نشست میں مکمل کر لیتا ہوں، خواہ وہ بچوں کی ہوں یا بڑوں کی۔ ہاں، غزلیں کبھی کبھی کئی نشستوں میں مکمل ہوتی ہیں۔

رئیس: بچوں کی نظموں کے علاوہ کیا آپ کہانی وغیرہ بھی لکھتے ہیں؟

کیف: بچوں کی نظموں کے علاوہ میں نے بڑوں کے لیے بھی کثرت سے نظمیں اور غزلیں لکھی ہیں۔ مگر نثر کے میدان میں کبھی قلم نہیں اُٹھایا۔

رئیس: آپ کے روزمرّہ کے مشغلے کیا ہیں؟

کیف: شعر گوئی کے علاوہ، ہاکی، فٹ بال، بیڈمنٹن، کیرم بورڈ وغیرہ وغیرہ میرے کئی محبوب مشغلے ہیں۔

رئیس: آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ جس نے آپ کی شاعری پر گہرا اثر ڈالا ہو؟

کیف: فی الحال ایسا کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔

رئیس: آپ کے نزدیک اچھی نظموں کی کیا خصوصیات ہیں؟

کیف: میرے نزدیک بچوں کے لیے وہی اچھی نظمیں کہی جا سکتی ہیں، جو دلچسپ، بامقصد اور آسان زبان میں ہوں۔ مگر اتنی بھی آسان نہیں کہ ساری نظم سپاٹ ہو کر رہ جائے۔ کبھی کبھی نظموں میں چند مشکل الفاظ بھی ہونے چاہیے کہ جن سے بچوں کے ذہن میں الفاظ کے ذخیرے میں کچھ اضافہ بھی ہوتا رہے اور بچوں میں نئے الفاظ کے معنی تلاش کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو۔

رئیس: آپ کی رائے میں بچوں کی نظموں کا مقصد کیا ہونا چاہیے؟

کیف: میری ذاتی رائے میں بچوں کی نظموں کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ انھیں پڑھ کر ہنسی ہنسی میں بہت سی کام کی باتیں سیکھ جائیں۔ جس سے ان کی زندگی سنور کر سماج کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ کبھی کبھی بے مقصد تفریحی نظمیں بھی لکھنی ضروری ہیں، کیونکہ

www.urduchannel.in

زندگی میں صرف مقصد ہی نہیں کچھ اور بھی ہونا چاہیے۔

رئیس: کیا اردو ادب میں بچوں کی نظمیں اس قابل ہیں کہ اُنھیں دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے؟

کیف: حالانکہ اُردو میں بچوں کی نظمیں بہت ہی کم لکھی گئی ہیں، مگر پھر بھی مجھے یقین ہے کہ چند نظمیں ایسی ضرور نکل آئیں گی جنہیں کسی بھی ترقی یافتہ زبان کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔

رئیس: آپ کے نزدیک ہندوستان میں اُردو کا مستقبل کیا ہے؟

کیف: میں اردو کے مستقبل سے مایوس نہیں ہوں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر اُردو داں اپنی مادری زبان کی حفاظت کے لیے دل وجان سے جدوجہد کرے۔ جگہ جگہ اُردو تنظیمیں قائم کر کے اُردو میڈیم کے اسکول کھلوائے۔ سرکار کی جانب سے ہمیں قانونی مراعات حاصل ہیں۔ انھیں عملی جامہ پہنانے کی جدوجہد کرے۔ جہاں اسکولوں میں اُردو مضمون نہیں ہے وہاں طالب عالم جمع کر کے اُردو مضمون لکھوائے۔ اُردو رسائل اور کتابوں کو خرید کر پڑھے، تبھی اُردو کا مستقبل روشن ہوسکتا ہے۔ ورنہ خدا حافظ۔

OO

www.urduchannel.in

شکیل جاوید

(کہانی کار)

شکیل: تشریف رکھئے رئیس صاحب! معلوم ہوتا ہے کافی دیر سے انتظار کر رہے ہیں آپ؟

رئیس: ''دیر آید درست آید'' شکیل صاحب! مجھے اس بات کا ذرا بھی غم نہیں البتہ آپ سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس ضرور ہوتا۔

www.urduchannel.in

شکیل: تو پھر اِسے میں اپنی خوش قسمتی کہوں کہ میری ذات سے مایوس نہ ہونا پڑا۔ اچھا رئیس صاحب! بغیر کسی تکلف کے پہلے آپ یہ بتایئے کہ اس وقت آپ چائے پینا پسند کریں گے یا کافی؟

رئیس: جناب بات جب تکلّف سے گزر چکی ہے تو آپ جو منگائیں گے وہی ٹھیک رہے گا، تب تک میں آپ سے کچھ.....؟

شکیل: قطعِ کلام رئیس صاحب..... میں جانتا ہوں آپ مجھ ناچیز سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب تک آپ کافی نہیں پی لیں گے، تب تک میں اپنے بارے ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گا۔ (مسکراتے ہوئے)

رئیس: بہت اچھا جناب! ویسے مجھے آپ کے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ اپنے دوست واحباب کی خاطر تواضع خوب کرتے ہیں۔

(اتنے میں کافی آجاتی ہے)

شکیل: لیجئے رئیس صاحب! کافی نوش کیجئے۔

رئیس: شکریہ!

رئیس: اچھا شکیل صاحب! اب آپ سے کچھ سوالات ہو جائیں؟

شکیل: ضرور، اب میں آپ کے سوالوں کے لیے ایک دم ریڈی ہوں، فرمایئے؟

رئیس: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی اور آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

شکیل: میری پیدائش آزادی سے چار سال پہلے.....یعنی ۱۷/اگست ۱۹۴۳ء کو امروہہ (یو۔پی) میں ہوئی۔ میں نے امام المدارس انٹر کالج، امروہہ میں تعلیم حاصل کی اور میرا پورا نام شکیل جاوید ہے۔

رئیس: لکھنے کا شوق آپ کو کس طرح پیدا ہوا؟

شکیل: رئیس صاحب! آپ نے بڑا پیچیدہ سوال کیا ہے۔ لکھنے کا شوق کس طرح پیدا ہوا، اس کے بارے میں تو صرف اتنا ہی کہوں گا کہ مجھے بچپن سے ہی قصّے کہانیاں سننے کا بڑا شوق تھا۔ جو لوگ مشہور قسم کے قصّہ گو ہوتے تھے، میں اسی لالچ میں ان کی خدمت

کیا کرتا تھا اور ان کے قصّے بڑے انہماک سے سنا کرتا تھا جو مجھے فوراً ہی ازبر ہو جایا کرتے تھے۔ بچوں کے مشہور رسالے ''کھلونا'' اور ''پھلواری'' کا پابندی سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ '' کاش! میں بھی ایک دن بڑا ہو کر ایسی کہانیاں لکھوں۔'' چنانچہ زمانۂ تعلیم میں ہی میں نے افسانے لکھنا شروع کر دیے جو ہندو پاک کے مشہور رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ لیکن اس کے بعد جب مجھے دِلی طور پر تسکین نہ ملی تب میں نے ایک نیا درد محسوس کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو کہانیاں لکھنے کے بعد میں نے بچوں کے ادب کی طرف توجہ دینی شروع کر دی۔ اب میری پوری توجہ بچوں کے ادب کی طرف مبذول ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ وقت کی اہم آواز ہے۔ بس اسی طرح مجھے لکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔

رئیس: اب آپ یہ بتانے کی زحمت کریں کہ آپ کی پہلی بچوں کی کہانی کا کیا عنوان تھا اور وہ کس رسالے میں شائع ہوئی؟

شکیل: میں نے بچوں کے لیے اپنی پہلی کہانی ''اپنا حق'' لکھی جو رسالہ ''کھلونا'' میں پہلے نمبر پر شائع ہوئی، جسے ''کھلونا'' پڑھنے والے بہن بھائیوں نے بہت پسند کیا۔

رئیس: شکیل صاحب، یوں تو میں نے آپ کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں، جن میں کچھ مجھے بے حد پسند ہیں۔ مگر پھر بھی آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو اپنی کہانیوں میں سے کون سی کہانیاں زیادہ پسند ہیں اور آپ کس طرح کی کہانیاں لکھنا پسند کرتے ہیں؟ یعنی بچوں کے لئے کس طرح کی کہانیاں لکھنی چاہیے؟

شکیل: تخلیق کار کو اپنی ہر تخلیق پسند ہوتی ہے۔ پھر بھی ان تخلیقات میں کچھ ایسی ہوتی ہیں جن کے نقش پوری طرح دل پر چھا جاتے ہیں۔ مجھے اپنی کہانیوں میں ''اپنا حق، عقلمند لڑکا، نیا سویرا، خود اعتمادی، خودکشی سے پہلے، نیکی کر دریا میں ڈال، جعلی نوٹ'' اور ''انوکھی سزا'' وغیرہ بہت پسند ہیں۔ میں جب بھی کوئی کہانی لکھتا ہوں تو اس کا ایک مقصد میرے سامنے ہوتا ہے۔ درحقیقت ہمیں ایسی ہی کہانیاں لکھنی چاہئیں جن کو پڑھنے کے بعد قاری کے ذہن پر اس کے تاثرات دیر تک قائم رہیں، اور پڑھنے والے

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

کو اس سے کچھ سبق مل سکے۔ کہانیاں بامقصد بھی ہوں، جن کے ذریعہ بچوں کو نیک و بد، اچھے برے کی پہچان ہو، ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ بیدار ہو، غریب بے سہارا لوگوں کے لیے دل میں رحم کا دریا موجزن ہو۔ یہی ادیب کے فن کا کمال ہے کہ وہ کہانی کے ذریعہ سب کچھ کہہ جائے لیکن کہانی کہانی ہی رہے، تقریر نہ بنے۔

رئیس: اچھا جناب! اب یہ بتایے کہ آپ کہانی کا پلاٹ پہلے ہی سوچ لیتے ہیں یا لکھتے وقت؟ اور کہانی تخلیق کرتے وقت آپ کو کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے اور کیا ایک ہی نشست میں اپنی کہانی مکمل کر لیتے ہیں؟

شکیل: کہانی کی تخلیق کے لیے شروع سے ہی اس کا پلاٹ اچھی طرح سے ذہن کی انگیٹھی پر پکا لیتا ہوں۔ تب ہی قلم اٹھاتا ہوں۔ میرے خیال کے مطابق ایسا کرنا ٹھیک بھی ہے۔ جیسا کہ ہر فنکار کو لکھتے وقت پُرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، بس مجھے بھی اسی طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شوروغل میں نہ لکھ سکوں۔ درمیانہ درجہ کی کہانیاں اکثر میں نے ایک ہی نشست میں مکمل کی ہیں۔ اگر کہانی ذرا طویل ہے تو دو نشستوں میں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتا چلوں کہ تخلیق کی آمد اکثر و بیشتر شب کی تنہائیوں میں ہی ہوا کرتی ہے۔

رئیس: اردو زبان میں لکھی گئیں کہانیاں کیا اس قابل ہیں کہ ہم ان کو دوسری زبانوں کی کہانیوں کے مقابلے میں پیش کر سکیں؟

شکیل: یقیناً یہ بات میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اردو زبان کے اندر لکھی جانے والی کہانیاں ہم بلاشبہ دوسری زبانوں کی کہانیوں کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمیں سب کچھ مل گیا.....

''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں''

رئیس: کیا بچوں کے لیے آپ کا کوئی نیا ناول یا کوئی کہانیوں کی کتاب چھپ چکی ہے؟

شکیل: بچوں کے لیے میرا پہلا ناولٹ ''گدھوں کی کانفرنس'' ہے جو ''ٹافی'' میں ہر ماہ قسطوار شائع کیا جا رہا تھا۔ ویسے ادارہ ''ٹافی'' کا خیال اسے کتابی شکل میں چھاپنے کا

www.urduchannel.in

ہے۔ تخلیق کار پبلشرز، دہلی سے بچوں کی کہانیوں کا میرا پہلا مجموعہ ''پرائی چیز'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

رئیس: اردو اور اس کے مستقبل کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

شکیل: اُردو زبان ایک ایسی شریں زبان ہے جو ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ مغربی ممالک میں بھی کافی مقبول ہے۔ انشا اللہ اس کا مستقبل روشن و تابناک ہے۔ ○○

پتہ: بازار شفاعت پوتہ، امروہہ-۲۴۴۲۲۱ (یو۔پی)

www.urduchannel.in

عادلؔ جعفری

(شاعر)

سوال: آپ کا اور آپ کے والد محترم کا پورا نام کیا ہے؟

جواب: میرے والد محترم کا نام سید باقر جعفری ہے۔ میرا پورا نام سید عادلؔ حسین جعفری ہے۔

سوال: آپ کہاں پیدا ہوئے اور تعلیم کہاں تک حاصل کی؟

جواب: میں اپنے نانہال مرزاپور (یو۔پی) میں ۴؍جون ۱۹۳۶ء کو عالم وجود میں آیا۔ تعلیم الہ آباد اور بنارس میں پائی۔ الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔اے۔ اور بنارس سے ایم۔اے۔ کیا۔

www.urduchannel.in

سوال: آپ نے پہلی نظم کب کہی، اس کا عنوان کیا تھا اور وہ کب اور کہاں شائع ہوئی؟

جواب: میں نے بچوں کے لیے اپنی پہلی نظم جون ۱۹۶۶ء میں کہی جو ''پیام تعلیم'' کے جولائی ۱۹۶۶ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ اس کا عنوان تھا ''خواب میں سوچا نہ تھا''۔

سوال: آپ نے بچوں کے لیے نظمیں کس نظریے سے کہنا شروع کی تھیں اور یہ سلسلہ اب تک کیوں جاری ہے؟

جواب: میرا بچوں کے لیے نظم کہنے کا نظریہ اُنھیں بات ہی بات میں کام کی بات بتانا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے نثر سے زیادہ نظم اثر انداز ہوسکتی تھی۔ لہٰذا میں نے نظم کو ترجیح دی۔ یہ سلسلہ اب تک کیا، میری زندگی کے آخری دن تک جاری رہے گا۔

سوال: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کس نے کی؟

جواب: میرے ذوقِ سلیم نے۔

سوال: آپ بچوں کے کس شاعر سے سب سے زیادہ اور کیوں متاثر ہیں؟

جواب: کسی سے نہیں متاثر ہوں۔

سوال: ہمعصر شاعروں میں آپ کا پسندیدہ شاعر؟

جواب: اگر آپ کی مراد بچوں کے شاعروں سے ہے تو عرض ہے کہ اب تک میرا کوئی پسندیدہ شاعر نہیں بن سکا ہے۔ آئندہ خدا بہتر جانتا ہے۔ ہاں، بعض شاعروں کی اچھی نظمیں ضرور پسند ہیں۔

سوال: اپنے ہمعصروں میں آپ کا اپنی نظر میں کیا مقام ہے؟

جواب: ''آپ کا'' سے اگر آپ کا مطلب ''مجھ سے'' ہے، تو یہ سوال ''مجھ سے'' نہ کیجئے۔ ابھی میں اپنی نظر میں کچھ بھی نہیں۔

سوال: آپ کی نظر میں آپ کی اپنی چند بہترین نظمیں کون کون سی ہیں؟

جواب: ''خواب میں سوچا نہ تھا، پندرہ اگست، ذکرِ گاندھی'' اور ''اتوار کا ترانہ''۔

سوال: آپ کی مطبوعہ نظموں کا کوئی مجموعہ شائع ہو چکا ہے؟

جواب: شائع ہونے والا ہے۔ اس کا عنوان ''دل لگا کر پڑھیں'' ہے۔

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

سوال: آپ کے نظمیں کہنے کے اوقات کیا ہیں؟

جواب: جب پیٹ میں روٹی اور جیب میں پیسے ہوتے ہیں۔

سوال: نظمیں کہتے وقت عموماً آپ کو کیسا ماحول درکار ہوتا ہے۔

جواب: پُرسکون!

سوال: کیا آپ ایک ہی نشست میں ایک نظم کہہ لیتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: بچوں کی نظموں کے علاوہ آپ کہانی وغیرہ بھی لکھتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! کہانی، ڈرامہ اور مضمون بھی، ادھر بچوں کے لئے دو مضمون لکھے ہیں۔ ''اُردو میں بچوں کا ادب'' اور ''کچھ نئی شاعری کی بات کریں'' جس میں بچوں کو نئی شاعری سمجھائی ہے۔ نثر میں جو کچھ بھی لکھتا ہوں وہ صرف ریڈیو کے لیے ہوتا ہے اور چونکہ میں صاف کرنے کے معاملہ میں بہت کاہل ہوں، اس لیے انھیں شائع ہونے کے لئے بھیج نہیں پاتا۔ اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی لکھتا ہوں۔

سوال: آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ جس نے آپ کی شاعری پر گہرا اثر ڈالا ہو؟

جواب: کوئی نہیں۔

سوال: اچھی نظموں کی آپ کے نزدیک کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: بچوں کے لیے کسی اچھی نظم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ناصحانہ انداز اختیار نہ کیا جائے۔ بعض لوگ زبان کو بہت آسان رکھنے کے قائل ہیں لیکن میرے خیال میں زبان نہ تو خواہ مخواہ آسان کرنے کی کوشش کی جائے اور نہ بلاوجہ مشکل۔ بچوں کو الفاظ کا ذخیرہ فراہم کرنا بھی بچوں کے شاعروں اور ادیبوں کا کام ہے۔ اس لئے مانوس الفاظ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تیسری بات جو میں نظم کہنے کے لیے ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ نظم ایسی ہو کہ بچہ آسانی سے یاد کر سکے۔ یہ بات نظم کے دلکش اندازِ پیشکش پر مبنی ہے۔

سوال: آپ کی رائے میں ہماری نظموں کا مقصد کیا ہونا چاہئے؟

www.urduchannel.in

جواب: بات ہی بات میں کام کی باتیں ذہن نشین کرانا۔

سوال: کیا اُردو ادب میں بچوں کی نظمیں اس قابل ہیں کہ انھیں دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی نظموں کے مقابلہ پیش کیا جا سکے؟

جواب: بے شک ایسی نظمیں کم ضرور ہیں، مگر ہیں۔

سوال: آپ کے نزدیک ہندوستان میں اُردو کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: اُردو والوں کی تدبیر کے بغیر تقدیر سے زیادہ روشن۔ آخر میں آپ سے یہ بھی عرض کردوں کہ منہ کا مزہ بدلنے کے لئے کبھی کبھار بچوں کے لیے کچھ کہنے والوں کی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ جو لوگ مستقل طور سے اپنے خونِ جگر سے بچوں کے ادب کی آبیاری کر رہے ہیں، انھیں بچوں کے پرچہ میں جگہ ملنی چاہیے۔ ○○

پتا: پروفیسر عادل جعفری، ۶۹/اوشا گنج اندور-۲ (مدھیہ پردیش)

www.urduchannel.in

یوسف جمالؔ

(مزاحیہ شاعر)

رئیس: جمالؔ صاحب، میں آپ سے انٹرویو لینے کا آغاز ایک ایسے سوال سے کروں گا جس کا تعلق اس ناچیز سے ہے۔ وہ یہ کہ کیا آپ کو میرے انٹرویو کا سلسلہ پسند ہے؟

جمال: بھائی رئیسؔ صاحب! سب سے پہلے تو آپ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں کیونکہ آپ نے بچوں کے ادب میں انٹرویو کا نایاب اضافہ فرمایا ہے۔ مجھے انٹرویو کا سلسلہ بہت پسند آیا۔ مجھے اُمید ہے بچوں کے ادب کی جب بھی تاریخ لکھی جائے گی، تو آپ کا نام نمایاں طور پر ہوگا۔

رئیس: جمالؔ صاحب! اس پُرخلوص قدردانی کے لیے بندہ تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

www.urduchannel.in

بہرحال اب آپ برائے کرم یہ بتانے کی زحمت کریں کہ کیا آپ نے جتنی نظمیں کہی ہیں، وہ سب لطیفوں پر مبنی ہیں؟

جمال: میری صرف تین نظمیں ''ہماری دعا''، ''اسلام کی باتیں''، اور ''نبیوں کا تحفہ'' چھوڑ کر بقیہ تمام نظمیں مشہور وقہقہہ آمیز لطیفوں پر ہی مبنی ہیں۔

رئیس: آپ نے بچوں کی نظمیں کہنے کے لیے لطیفوں ہی کو کیوں منتخب کیا؟

جمالؔ: جب میں نے دیکھا کہ آج کے بچوں کا زیادہ رجحان فلمی گانوں کی طرف ہے، تو سوچا کہ ان کے اس تباہ کن رجحان کو ختم کرنے کے لیے ایک آسان طریقہ ہے ''لطیفوں پر مبنی نظمیں'' تاکہ ان نظموں کو پڑھ کر وہ قہقہہ لگائیں اور ان کی تمام تر توجہ پڑھائی کی طرف مبذول ہو جائے۔

رئیس: کس طرح سے آپ لطیفوں کو نظم کرتے ہیں؟

جمال: نظم کہنے سے قبل کسی لطیفہ کو پہلے ذہن کے کسی خانے میں بٹھا لیتا ہوں۔ اس کے بعد خود بھی محظوظ ہو کر اُسے شعری خیال میں ڈھال لیتا ہوں، اس طرح نظمیں کہتے وقت مجھے بھی بڑی مسّرت محسوس ہوتی ہے۔

رئیس: آپ کے کیا خیالات ہیں اپنی بچوں کی شاعری کے بارے میں؟

جمالؔ: میرا ذاتی خیال ہے کہ بچوں کے ذوق کے لیے میں نے مشہور وقہقہہ آمیز لطیفوں پر نظمیں کہہ کر بچوں کے ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

رئیس: آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ جس کی بنا پر آپ نے بچوں کی شاعری کا سلسلہ شروع کیا؟

جمالؔ: رئیس صاحب! جب میں نے دیکھا کہ آج کے بچے کل کے نیتا بننے کے بجائے کل کے ہیرو بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں، تو میں نے بچوں کی توجہ پڑھائی کی طرف ڈالنے کے لیے لطیفوں پر مبنی نظمیں لکھنا شروع کیں۔ تاکہ وہ مستقبل میں وطن پرست بن کر خلق کی خدمت کریں۔

رئیس: بہ نسبت کہانی لکھنے کے آپ نظم کہنے میں زیادہ خوشی کیوں محسوس کرتے ہیں؟

www.urduchannel.in

جمالؔ: بھئی بات یہ ہے کہ بچوں کے لیے مختصر اور سبق آموز کہانیاں لکھنے میں خاصہ وقت صرف ہوتا ہے اور کہانی کے کلائمکس، نیز پلاٹ پر خاص طور سے توجہ دینی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ رُوح کو تسکین بھی نہیں ملتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے نظم کہنے میں ایک گونا گوں سکون ملتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہی نشست میں نظم مکمل ہو جاتی ہے۔

رئیس: بچوں کی نظموں کے علاوہ آپ اور کیا کیا لکھتے ہیں؟

جمالؔ: ابتداء میں کم از کم دس بارہ کہانیاں ''محمد یوسف راج گانگپوری'' کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اب رئیسؔ صاحب میں صرف نظمیں ہی کہتا ہوں، کہانیاں برائے نام لکھتا ہوں۔

رئیس: اچھا آپ نے اپنی پہلی نظم کب کہی؟ اس کا عنوان کیا تھا اور کب اور کہاں شائع ہوئی؟

جمالؔ: میں نے بچوں کے لیے پہلی نظم مارچ ۱۹۷۰ء میں کہی۔ عنوان تھا ''ہماری دعا''۔ یہ نظم ''ٹافی''، لکھنؤ اپریل ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔

رئیس: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کس نے کی؟ آپ نے ابتدا میں اپنی بچوں کی شاعری پر کس سے اصلاح لی؟

جمالؔ: ابوالمختار حضرت طرفہؔ قریشی صاحب کی رہنمائی میں میری ادبی زندگی پروان چڑھی۔ جہاں تک اصلاح کا سوال ہے تو رئیس صاحب جواب نفی میں ہے۔

رئیس: آپ کے اوقات کیا ہیں نظمیں کہنے کے؟ کہتے وقت کیسا ماحول درکار ہوتا ہے؟

جمالؔ: نظمیں کہنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ طبیعت پر منحصر ہے۔ تنہائی میں بستر میں لیٹ کر اور کبھی بھائیوں کے بچوں کو سامنے بٹھا کر ان کے شور وغوغاں میں بھی شعر کہتا ہوں۔

سوال: بچّوں کے شاعروں میں آپ کے پسندیدہ شاعر کون کون ہیں؟

جواب: یوں تو کئی شاعر ہیں، لیکن کیفؔ احمد صدیقی کو میں بہترین شاعر سمجھتا ہوں۔ وہ

www.urduchannel.in

میرے ہر طرح سے پسندیدہ شاعر ہیں۔

رئیس: آپ کی رائے میں بچوں کی نظموں کا کیا مقصد ہونا چاہئے؟

جمال: جناب میرے نزدیک صاف اور واضح مقصد یہی ہے کہ نظم کے آغاز میں بچوں کو ہنسایا جائے تاکہ وہ دلچسپی سے اسے پڑھیں اور آخر میں کلائمکس پر بچوں کی دکھتی رگ دبا دی جائے۔ تاکہ وہ ہنستے ہوئے سنجیدہ ہو جائیں کہ اس کا کردار کیا ہے۔ میں اچھی نظم اسی کو سمجھتا ہوں جسے بچے پڑھ کر کچھ اثر لیں۔

رئیس: آپ بچوں کے کن کن رسائل کے مدیر رہ چکے ہیں؟

جمالؔ: بچوں کے کسی رسالے کا تو نہیں البتہ بڑوں کے رسائل ماہنامہ ''شمع ادب''، سلطان پور (یو۔پی) کا معاون ایڈیٹر اور ماہنامہ ''جلوہ نما'' بریلی کا جوائنٹ ایڈیٹر رہ چکا ہوں۔

رئیس: آپ کا پورا نام کیا ہے؟ آپ نے تخلص جمالؔ کیوں اپنایا؟ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے اور تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جمال: ناچیز کا پورا نام ''محمد یوسف'' ہے، جمالؔ تخلص ہے۔ میں ۱۱؍فروری ۱۹۴۶ء کو چکردھر پور (بہار) میں پیدا ہوا۔ تعلیم راج گانگپور میں حاصل کی۔ لیکن اگر آپ ڈگری جاننا چاہتے ہیں تو اس سے آپ کو مایوسی ہوگی۔

رئیس: اُردو کا مستقبل ہندوستان میں آپ کے نزدیک؟

جمالؔ: اِس اُردو کش دور میں بھی اُردو کے شیدائیوں کی کمی نہیں۔ OO

www.urduchannel.in

ظہیرنیازی

(شاعروادیب)

رئیس: تسلیمات نیازیؔ صاحب!

نیازیؔ: تسلیمات! تشریف رکھئے۔ کہیے کیا خدمت کی جائے آپ کی!

رئیس: بس جناب آپ تو جانتے ہیں کہ بندہ ملاقاتیں کرانے کا ذمہ دار ہے بچوں کے لیے!

نیازیؔ: بہت خوب۔ آج کس سے لے رہے ہیں انٹرویو؟ کس سے ملاقات کرانا چاہتے ہیں؟

رئیسؔ: فی الحال تو آپ ہی سے انٹرویو لینے کا ارادہ ہے۔

نیازیؔ: مجھ سے؟

www.urduchannel.in

رئیس: جی ہاں!

نیازیؔ: بھلا مجھ میں ایسی کیا بات ہے..... دیکھئے رئیسؔ صاحب! حقیقت اور معقولیت سے مجھے عشق کی حد تک لگاؤ ہے اور میں اس میں ذرا بھی مقعولیت نہیں سمجھتا کہ دوسروں کو نظر انداز کر کے مجھ سے انٹرویو لیا جائے۔ مجھ سے بہتر اور برتر اور بڑی حد تک پُرانے ادیب وشاعر (بچوں کے) ایسے کتنے ہی موجود ہیں جو آپ کی توجہ کے مستحق ہیں۔

رئیس: یہ آپ کی انکساری ہے۔ ویسے ہم دیگر مستحق ادیبوں اور شاعروں کی طرف بھی توجہ دے رہے ہیں اور ان کا نام بھی ہماری فہرست میں موجود ہے۔

نیازیؔ: جب آپ کا اصرار ہی ہے تو پھر مجبوری ہے۔ آپ بصد شوق پوچھیے جو پوچھنا چاہیں۔

رئیس: شکریہ! سب سے پہلے تو آپ اپنی جائے پیدائش، عمر، تعلیم وغیرہ کے بارے میں بتائیں۔

نیازیؔ: شاہ آباد کے مشہور تاریخی قصبہ روہتاس میں پیدا ہوا۔ اسی نسبت سے ابتدا میں ''ظہیر نیازی روہتاسی'' کے نام سے لکھ رہا تھا۔ پھر طوالت کی وجہ سے روہتاسی لکھنا ترک کر دیا۔ تعلیم کی جس قدر لگن تھی، باعثِ افلاس وغربت پوری نہ ہوسکی۔ پدر بزرگوار ایک بہت بڑے عالم فاضل اور سیکڑوں لوگوں کے مرشد ہیں۔ لیکن افسوس، انھوں نے کوئی ۲۳ ربرس سے پیری مریدی کی دنیا سے اپنے آپ کو الگ کر کے ''تارک الدنیا'' اور صوفی درویشوں کی سی زندگی اپنالی۔ جب آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رہا تو ہمیں اپنی ہی محنت ومشقت کو ذریعہ معاش بنانا پڑا۔ ''پھولوں کے پلے کانٹوں پہ چلے'' کی المناک صورتحال ہمارے ساتھ تھی! بیگم خود ادیبہ ہیں، شریںؔ نیازی۔ بچوں کے نام بھی ''ش'' ہی سے شروع ہوتے ہیں۔

رئیس: اچھا اب آپ اپنی تخلیقات کی اشاعت کے بارے میں بتائیں؟

نیازیؔ: لکھنے کا شوق اسکولی زندگی کے آغاز ہی سے تھا۔ چھپنے چھپانے کا سلسلہ ۱۹۵۹ء سے چلا، وہ بھی باضابطہ نہیں۔ اپنے ہی نام کے مختلف حصّے کو اپناتا رہا یعنی حسن نیازی، ظہیر روہتاسی وغیرہ۔ ۱۹۶۶ء کے اگست سے میں نے ظہیر نیازیؔ (روہتاسی) کے نام سے باضابطہ لکھنا شروع کیا اور تب سے اب تک ہند وپاک کے مختلف ادبی جرائد میں

www.urduchannel.in

میری تخلیقات شائع ہورہی ہیں۔

۱۹۷۰ء سے ہندی کی طرف توجہ دی اور ۱۹۷۱ء سے ہندی میں اُردو کے مقابلے کہیں زیادہ لکھنا پڑ رہا ہے۔ ہندی کے مختلف ادبی اور بلند معیار جرائد میں میری تخلیقات شائع ہورہی ہیں۔مثلاً ''دھرم یگ'' ساریکا، سریتا، سپتا ہک ہندوستان وغیرہ۔ اُردو میں زیادہ تر بڑے ادبی پرچوں میں تراجم ہی آئے ہیں۔اس لیے بہت سے لوگ مجھے مترجم کی حیثیت سے بھی جانتے ہیں۔

رئیس: ترجمہ کرنا بھی معمولی بات نہیں ہے۔اُردو میں دوسری زبانوں کے نمایاں شاہکار تخلیقات کے تراجم کی سخت ضرورت ہے اور جو لوگ اس طرف توجہ کرتے ہیں وہ یقینا ایک بڑی ادبی خدمت انجام دیتے ہیں۔اچھا نیازی صاحب! اب آپ اپنی اُن تخلیقات کا ذکر کریں جو بچوں کے لیے لکھی ہوں؟

نیازیؔ: بچوں کے لیے میں نے بہت زیادہ نہیں لکھا اور اس بات کا مجھے افسوس بھی ہے کہ بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے جو کچھ اور جس انداز میں لکھنا چاہتا تھا، اس کے لیے کسی معقول چلڈرن میگزین سے معقول تعاون حاصل نہیں ہوا۔

تاہم میں نے بچوں کے لیے اپنی پسند اور چاہت کے مطابق بھی کچھ چیزیں لکھی ہیں۔مثلاً ''ایک برش دو رنگ'' یہ کہانی ہندی کی مشہور کہانی میگزین ''پراگ'' کے ہولی نمبر میں سرِفہرست چھپی تھی۔ میری یہ کہانی ''نبات'' کراچی میں چھپ چکی تھی۔ بچوں کے لیے میری ایک کتاب ''کہانی سنگرہ'' (ہندی کہانیوں کا مجموعہ) کو ایک مقابلے میں دوسرا انعام ملا ہے اور یہ کتاب بچوں کے ایک مشہور ادارہ ''گیان بھارتی'' لکھنو سے جلد شائع ہوگی۔

رئیس: آپ کی نظر میں بچوں کے نمائندہ ادیب و شاعر؟

نیازیؔ: کئی ہیں۔ کہانی کاروں میں (جدید رنگ میں لکھنے والوں میں) ابرارؔ محسن اور شاعروں میں کیفؔ احمد صدیقی جیسے فنکاروں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

یہ آج کے میانہ فنکار ہیں ویسے ان سے کئی اچھے بچوں کے کہنہ مشق فنکار بھی میری نظر میں ہیں۔ دراصل نام گنانا بھی ایک ''خطرہ'' مول لینا ثابت ہوتا ہے۔ OO

www.urduchannel.in

شکیل انوار

(کہانی کار)

رئیس: شکیل بھائی، آپ سے انٹرویو لینا چاہتا ہوں۔آپ کا کیا خیال ہے؟

شکیل: شوق سے لیجئے، مگر یہ یاد رکھئے کہ انٹرویو ہمیشہ بڑے لوگوں سے لیا جاتا ہے اور میں ابھی بہت چھوٹا آدمی ہوں۔

رئیس: اس کی آپ فکر نہ کریں۔آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ کا اور آپ کے والدِ محترم کا پورا نام کیا ہے؟

شکیل: میرے والد محترم کا نام امیر حسین صدیقی ہے۔ میرا پورا نام شکیل انوار صدیقی ہے۔

رئیس: آپ کہاں اور کب پیدا ہوئے اور تعلیم کہاں تک حاصل کی؟

www.urduchannel.in

شکیل: ۱۹۴۱ء میں مرادآباد کے قصبے حسن پور میں پیدا ہوا۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یہیں سے جامعہ اُردو کے امتحانات پاس کیے۔

رئیس: آپ نے بچوں کے لیے پہلی کہانی کب لکھی اور کہاں شائع ہوئی؟

شکیل: بچوں کے لیے سب سے پہلی کہانی ۱۹۵۸ء میں مقامی ہفت روزہ ''انصاری دنیا'' کے بچوں کے صفحات میں شائع ہوئی اور اس کے فوراً بعد ہی دوسری کہانی ''کھلونا'' میں۔ پہلی کہانی کا عنوان تھا ''ہمارے چچا'' اور دوسری کہانی کا ''کارٹون''۔ اس زمانے میں، میں انوار صدیقی کے نام سے لکھتا تھا۔

رئیس: آپ نے بچوں کی کہانیاں کس خیال کے تحت لکھنا شروع کی تھیں؟

شکیل: یہ سوال آپ نے جس آسانی سے کر لیا، میرے لیے جواب دینا اتنا ہی مشکل ہے۔ شروع شروع میں اپنے ہی چھوٹے بھائی بہنوں کی شرارتوں کو کہانی کا روپ دے دیا کرتا تھا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ میں لکھتا چلا گیا۔

رئیس: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کس نے کی؟

شکیل: رہنمائی نہیں سہارا کہئے۔ اس سلسلے میں اپنے دوست شورشؔ اسحاقی اور شاہین جمالی کا احسان مند ہوں۔ ان دونوں نے میری بے حد حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہم تینوں نے مل کر ''آج کی صدی'' کا اجرا کیا تھا، جو کچھ مشکلات کے سبب چل نہیں سکا۔

رئیس: آپ بچوں کے کس ادیب سے متاثر ہیں؟

شکیل: یوں تو میں سب ہی کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جن فنکاروں کے افسانے مجھے پسند ہیں ان کی بچوں کی کہانیاں مجھے پسند نہیں آتیں، اور جن لوگوں کی بچوں کی کہانیاں مجھے پسند ہیں، ان کی بڑی کہانیاں متاثر نہ کر سکیں۔ نام کس کا لوں۔ مجھے تو سب ہی فنکاروں کی تخلیقات پسند ہیں۔

رئیس: بچوں کے ہم عصر کہانی نویسوں میں آپ کا پسندیدہ ادیب کون اور کیوں ہے؟

شکیل: بھئی یہ ڈھکوسلے ''بڑے'' ادیبوں کے ہیں۔ مجھ جیسے ''چھوٹے'' کہانی کار کو تو سب کو ہی پڑھنا پڑتا ہے۔ بہت سے ساتھیوں کی کہانیاں پسند ہیں۔ کوئی ایک میرا

www.urduchannel.in

پسندیدہ ادیب نہیں۔

رئیس: اپنے ہم عصروں میں آپ کا اپنی نظر میں کیا مقام ہے؟

شکیل: ویسے آپ کا کیا خیال ہے۔ میرا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

رئیس: آپ کی نظر میں آپ کی چند بہترین بچوں کی کہانیاں کون کون سی ہیں؟

شکیل: ارے بھائی! ایسے ایسے سوال کیوں کرتے ہیں، جن کا میں جواب ہی نہ دے سکوں۔ مجھے اپنی سب ہی کہانیاں پسند ہیں۔ بچوں نے کس کس کو پسند کیا وہ جانیں۔

رئیس: کیا آپ نے بچوں کے لیے کوئی کتاب یا ناول وغیرہ لکھا ہے۔

شکیل: عرصہ ہوا ''چچا بک ڈپو'' دہلی نے میری کتاب ''کھل جا سم سم'' شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن وہ لوگ مشورہ لے کر خاموش ہو گئے۔ نہ کتاب چھپی نہ مسودہ واپس ملا۔ اس کے بعد ماہنامہ ''باغ و بہار'' کے لئے ''آنکھوں کی تجارت'' بچوں کا ناول لکھنا شروع کیا تھا۔ چند قسطیں شائع ہوئی تھیں۔ وہ لوگ اس ناول کو کتابی شکل میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ایک سال چل کر ہی بند ہو گیا۔ آج تک وہ ناول ادھورا ہی پڑا ہے۔

رئیس: بچوں کی کہانیوں کے علاوہ آپ اور کیا کیا لکھتے ہیں؟

شکیل: بھئی بچوں کے لیے تو بس اب برائے نام ہی لکھتا ہوں۔ دراصل بچوں کے لئے لکھنا ذرا مشکل فن ہے اور آج کل میں اس مشکل میں پڑنے کے بجائے جلدی سے کوئی افسانہ لکھ ڈالتا ہوں۔ افسانے تقریباً سب ہی اردو جرائد میں آ چکے ہیں۔

رئیس: آپ کے لکھنے کے اوقات کیا ہیں؟

شکیل: لکھنے کے لیے کسی وقت کا تعین نہیں۔

رئیس: لکھتے وقت عموماً آپ کو کیسا ماحول درکار ہوتا ہے؟

شکیل: کہیں بھی بیٹھ کر لکھ لیتا ہوں۔ دہلی کی ملازمت کے دوران ایک پارک کے گوشہ میں بیٹھ کر لکھا کرتا تھا۔ مرادآباد آ کر گھر میں بھائی بہنوں کے ہنگامے میں بیٹھا لکھتا رہتا ہوں۔ کسی خاص ماحول یا موڈ کی مجھے کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

www.urduchannel.in

رئیس: کیا آپ اپنی کہانی کا پلاٹ لکھنے سے پہلے سوچ لیتے ہیں؟

شکیل: جی ہاں! یہ تو ہے کہ پہلے خاکہ میرے ذہن میں پلتا رہتا ہے جب میں اس پر کافی غور کر چکا ہوتا ہوں تو قلم اُٹھا لیتا ہوں۔

رئیس: کیا آپ بچوں کی کہانی ایک ہی نشست میں مکمل کر لیتے ہیں؟

شکیل: خاکہ پہلے سے ذہن میں ہو تو پھر کہانی ایک ہی نشست میں مکمل ہو جاتی ہے۔ جو کمی رہتی ہے وہ صاف کرتے وقت پوری ہو جاتی ہے۔

رئیس: آپ کے نزدیک بچوں کی اچھی کہانیوں کی کیا خصوصیات ہیں؟

شکیل: ارے بھائی میں خود کہانیاں لکھتا ہوں۔ مجھے تنقید نگار تو نہ بنائے۔ ویسے میرے خیال میں ہر وہ کہانی اچھی ہوتی ہے جو زندگی کے نزدیک ہو اور جسے پڑھ کر بچے یہ نہ کہیں کہ اِسے ہٹاؤ۔ چاند میں بڑھیا کہاں سے آئی وہاں تو چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔

رئیس: آپ کی رائے میں بچوں کی کہانیوں کا کیا مقصد ہونا چاہئے؟

شکیل: بھئی بچوں کی کہانیاں جہاں بچوں کی تفریح کا ذریعہ بنتی ہیں، ان کی اصلاح کا کام بھی کر سکتی ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ اگر کہانیوں میں تفریح کے ساتھ ساتھ اصلاح کا پہلو بھی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

رئیس: کیا اردو ادب میں بچوں کی کہانیاں اس قابل ہیں کہ انھیں دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی کہانیوں کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے؟

شکیل: بھئی یہ بات کہنی بڑی مشکل ہے اور مجھ جیسے کہانی کار کے لیے اور بھی مشکل، جس کو دوسری زبانوں کے ادب کا مطالعہ کرنے کا بہت کم موقع ملا ہو۔ لیکن پھر بھی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اردو میں اب تک بچوں کی جتنی بھی کہانیاں لکھی جا چکی ہیں، انھیں دوسری زبانوں کی بچوں کی کہانیوں کے مقابلے میں رکھتے ہوئے اُردو والوں کو شرمندگی نہیں ہوگی۔

رئیس: آپ کے نزدیک ہندوستان میں اُردو کا مستقبل کیا ہے؟

شکیل: اُردو کا مستقبل؟ بھائی رئیس خوش فہمی کا زمانہ تو ختم ہو گیا۔ اب حقیقتاً سنجیدگی سے

www.urduchannel.in

سوچنا پڑتا ہے۔ اُردو کے مستقبل کا فیصلہ اب ہماری خدمات اور کوششوں پر ہی منحصر ہے۔

رئیس: ہمارے اکثر فنکاروں کی کہانیوں کے کردار راجہ، رانی، شہزادہ، شہزادی اور جانور ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کی کہانیوں کے کردار اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ یہ میرا آخری سوال ہے؟

شکیل: بھئی وہ زمانے لد گئے جب نانی امّاں یا دادی امّاں چھالیاں کترتے کترتے کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔ انسان چاند پر پہنچ چکا ہے۔ اب بچے اسکول میں راکٹ کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ بھلا خود ہی سوچیئے کہ اڑن کھٹولے کی اہمیت اب کیا رہی۔ دنیا کے چند ملک ہیں جہاں نام کے بادشاہ ہیں۔ اب بچے جمہوری نظام کے معنی جانتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا ہم اپنے بچوں کو کب تک چاند کی بڑھیا کا فریب دے کر ان کی ذاتی زندگی سے دور لے جاتے رہیں گے۔ بھائی آج کا بچہ بھی وہی کہانی پسند کرتا ہے جو اس کی اپنی زندگی سے دُور نہ ہو بلکہ اس کی اپنی زندگی کا عکس ہو۔

OO

www.urduchannel.in

سلمانؔ عباسؔی

(شاعر)

س: آپ کا اور آپ کے والد محترم کا پورا نام کیا ہے؟

ج: میرا پورا نام سلمانؔ عباؔسی اور میرے والد محترم کا جناب نعمان عباؔسی سوزؔ تھا جو ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو وفات کو پا گئے۔

س: آپ کی پیدائش؟

ج: ۲ر نومبر ۱۹۴۴ء کو اودھ کے مشہور قصبہ گڑھی پھول (بارہ بنکی) میں پیدائش ہوئی۔ ادیب، ادیب ماہر، کامل، جامعہ اردو علیگڑھ سے اور بی۔اے لکھنؤ یونیورسٹی سے فرسٹ کلاس پاس کرنے کے بعد ایل۔ایل۔بی اور ایم۔اے فارسی ادبیات میں کیا۔

س: آپ کی اوّل نظم کا عنوان؟ وہ کب اور کہاں شائع ہوئی؟

www.urduchannel.in

ج: ''نیا سال''، پہلی نظم ۱۹۶۵ء میں جو یکم جنوری کے ''قومی آواز'' میں شائع ہوئی۔

س: بچوں کے لیے نظمیں کہنا کس نظریئے کے تحت شروع کیا اور یہ سلسلہ اب تک کیوں جاری ہے؟

ج: نفسیاتی طور پر میں بچوں کی اصلاح کا حامی ہوں اور ادب کے ذریعہ بھی ان کی تربیت، نشوونما میں یہ خدمت انجام دی جاسکتی ہے۔

س: آپ بچوں کے کس شاعر سے سب سے زیادہ متاثر ہیں اور کیوں؟

ج: علامہ اقبال سے۔ کیونکہ انہوں نے بچوں کی شاعری کا ایک واضح شعور پہلی بار بحیثیت میراث چھوڑا ہے۔

س: آپ نے اب تک کتنی نظمیں کہی ہیں اور کیا ان کا کوئی مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

ج: تقریباً پچاس نظمیں کہیں۔ جو خصوصاً ''ٹافی'' اور دیگر رسائل میں شائع ہوئیں۔ مگر انھیں مجموعے کی شکل اب تک نہیں دی۔

س: نظموں کے علاوہ کیا آپ نے کہانیاں بھی لکھی ہیں؟

ج: ''سنہری مچھلی'' اور ''بڑھیا کا بجرہ'' جیسی کہانیاں داد تحسین وصول کر چکی ہیں۔

س: آپ کے نزدیک اچھی نظموں کی خصوصیات؟

ج: اصلاح کا پہلو اہم ترین ہونا چاہیے۔ علم و عمل، قومی یکجہتی اور تہذیبی قدروں کی شناخت کا شعور پیدا کرنا ضروری ہے۔

س: آپ کے نزدیک اُردو کا مستقبل؟

ج: روشن، درخشاں، تابندہ، فروزاں اور تسلی بخش ہے۔

س: انٹرویو کا یہ سلسلہ آپ کی نظر میں؟

ج: بچوں کی معلومات میں اضافہ اور ہم عصروں کو سمجھنے کا ایک حسین موقع۔

س: کیا آپ بچوں کے لیے جدید نظمیں کہتے ہیں اور جدید شاعری کے متعلق آپ کے نظریات؟

ج: جدت پسندی، ترقی پسندی اور روایات کی آمیزش سے جو شاعری کی جاتی ہے، اس کا پیرو ہوں اور جدید رجحانات کا حامی، لیکن ٹیڑھی میڑھی اچھی نہیں لگتی ہے۔

www.urduchannel.in

س: کیا بچوں کی نظمیں واقعی شاعر کی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں؟ اور بچوں کی شاعری کا ہندوستان میں کیا مستقبل ہے؟

ج: یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔مگر جہاں تک مستقبل کا سوال ہے تو یہ ایک روایت ہے کہ بچوں کے لیے لکھنے والے ادیب کو جب شہرت حاصل ہوتی ہے تو بڑوں کی صف میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر تمام ادیب وشاعر مقبول ہوکر بچوں کے لیے لکھتے ہیں تو بچوں کا مستقبل شاندار ہے۔

س: آپ نظم کہتے وقت فن پر زیادہ زور دیتے ہیں یا مقصد پر؟

ج: میں فن کو مقصد پر قربان نہیں کرتا اور نہ مقصد کو فن پر۔ ○○

پتہ: ۷۵، موتی لعل بوس روڈ۔لکھنؤ۔۱ (یو۔پی)

www.urduchannel.in

خیال انصاری

(شاعر وادیب)

خیال: میرا پورا نام ’’نور الہدیٰ‘‘ اور والد کا نام انصاری محمد شعبان ہے۔ میں یکم جون ۱۹۴۹ء کو مہاراشٹر کے مشہور علمی وادبی اور صنعتی شہر مالیگاؤں (ضلع ناسک) میں پیدا ہوا۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی لکھتا ہوں۔ ویسے علمی وادبی ماحول میں پروان چڑھا جو کہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی گیا۔

رئیس: بچوں کے لیے لکھنا آپ نے کس مقصد کے تحت شروع کیا۔ جبکہ آپ بڑوں کے پرچوں میں چھپتے رہتے ہیں؟

خیال: بڑوں کے لیے اب بھی لکھتا ہوں اور بچوں کو میں ملک وقوم کا معمار سمجھتا ہوں۔

www.urduchannel.in

مگر آج کے بچّے تعلیم سے جی چراتے ہیں اس کا میرے نزدیک یہ سبب ہے کہ چھوٹی عمر ہی میں بچوں پر بہت ساری ذمہ داریاں اور کچھ زیادہ ہی علم کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں ''درس'' دینے کا طریقہ بڑا ہی خشک ہوتا ہے۔جس سے بچّے بہت جلد اُوب جاتے ہیں اور راہِ فرار ڈھونڈھتے ہیں۔ میرا نظم کہنے کا مقصد بس یہی ہے کہ میں اپنے خیالات کے ذریعہ انھیں علم حاصل کرنے میں مدد کروں۔تعلیم کے ساتھ ساتھ انھیں تفریح کا لطف بھی ملتا رہے اسی لیے میری نظمیں تعمیری، اصلاحی، مقصدی اور مزیدار ہوتی ہیں۔ میں نے کبھی اپنی نظموں کے ذریعہ غلط مشورہ نہیں دیا۔ جبکہ ہمارے کچھ شاعر دوست مزاح کرنے کی خاطر ''ٹیچر کو ستانے'' اور ''اسکول میں شرارت کرنے'' کی بات کرتے ہیں۔

رئیس: کیا نظمیں کہنے کے لیے آپ کو کسی خاص موڈ کی ضرورت ہوتی ہے؟

خیال: نظم کہنے کے لیے موڈ کی نہیں بلکہ سکون اور ذہن میں مواد کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اپنے ذہن کو تمام دیگر باتوں سے آزاد کر کے نظم لکھنے کے مقصد پر آجاتا ہوں اور پھر ایک نشست ہی میں نظم مکمل کر لیتا ہوں۔ ہاں، نظم شروع کرنے سے پہلے ذہن میں تمام باتوں کا خاکہ ضرور بنا لیتا ہوں جو مجھے نظم میں کہنا ہوتا ہے۔

رئیس: اب آپ اپنی ذاتی زندگی کے متعلق کچھ بتلایئے اور اپنی زندگی کے کوئی اہم واقعے یا حادثے سے آگاہ کریں؟

خیال: میں آپ کے سوال کی گہرائی کو سمجھ گیا ہوں! میری زندگی کے اہم واقعے میں دو بچے اور ایک بچّی کے والد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اب رہا حادثہ، تو میری زندگی کا سب سے بڑا حادثہ میرے ڈیڑھ سالہ معصوم بچے ''عین الہدیٰ'' کا داغِ مفارقت دینا ہے۔ اب بھی اس معصوم جگر پارے مرحوم کی یاد روح کو تڑپا دیتی ہے۔ دل کو مضطرب کر دیتی ہے۔

رئیس: چونکہ آپ بچوں کے اچھے اور پسندیدہ شاعروں میں سے ایک ہیں، لہٰذا آپ یہ ضرور بتائیں کہ اچھی نظموں کی کیا خصوصیت آپ کے نزدیک ہے۔

www.urduchannel.in

خیال: میرے نزدیک اچھی نظموں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اصلاحی ہوں، مقصدی ہوں اور کہنے والا مذاق مذاق میں ایسی باتیں کہہ جائے جو شعوری اور غیر شعوری، دونوں طور سے بچّوں کے دلوں میں حوصلہ، لگن اور جستجو پیدا کر دیں اور فنی طور سے ان کی تفریح ہو جائے۔ ان کی طبیعت بہل جائے۔

رئیس: آپ نے اب تک کن کن پرچوں اور رسائل میں لکھا ہے؟

خیال: جناب تمام رسائل، اخباروں اور پرچوں کے نام لینا مناسب نہیں۔ بہرحال آپ یہ جان لیں کہ دہلی، ممبئی، کلکتہ، مدراس، لکھنؤ، سہارنپور، سلطانپور، سری نگر، مرادآباد، بنگلور، بجنور، کانپور، بریلی، میرٹھ، کامٹی، ہریانہ، اور خود مالیگاؤں جیسے مقامات سے شائع ہونے والے تمام ادبی، معیاری، فلمی، طبّی پرچوں، اخباروں میں لکھ چکا ہوں اور لکھ رہا ہوں۔

رئیس: آپ کی ادبی زندگی میں سب سے زیادہ رہنمائی کس نے کی؟

خیال: میری اپنی لگن، ذوقِ مطالعہ و ذاتی تجربے نے۔

رئیس: نظموں کے علاوہ آپ اور کیا کیا لکھتے ہیں؟

خیال: بچوں کے لیے نظموں کے علاوہ کہانی، مضمون، مزاحیہ فیچر، افسانے، غزلیں بھی کہتا ہوں۔ نظم اور نثر دونوں سے لگاؤ ہے۔

رئیس: آپ کے روزمرّہ کے مشغلے کیا کیا ہیں؟

خیال: اپنے کاروبار پر بھرپور توجہ، کچھ لمحے احباب اور اپنے بچوں میں اور پھر سارا وقت مطالعہ میں۔

رئیس: اُردو کے مستقبل کے متعلق کچھ بتائے؟

خیال: اُردو کا مستقبل گرتا بناک نہیں تو تاریک بھی نہیں۔ اُردو ایک میٹھی اور لافانی زبان ہے۔ ادب میں اس کی جڑیں بڑی مضبوط ہیں۔ اِسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔ OO

پتہ: خیال انصاری، مکان نمبر ۱۷۷، خوش آمد پورہ، مالیگاؤں، ضلع ناسک۔

www.urduchannel.in

اظہار اثر

(سائنسی مضمون، کہانی و ناول نگار، شاعر)

رئیس : اظہار صاحب، سب سے پہلے آپ اپنے بارے میں مختصراً بتائیے۔

اثر : میرا پورا نام محمد اظہار الحسن ہے۔ قصبہ کرتپور، ضلع بجنور، یو۔پی میں ۱۵/جون ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوا اور کرتپور، بجنور سے ہائی اسکول پاس کیا۔

رئیس : آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ بسیار نویس ہیں، آپ بہت لکھتے ہیں؟

اثر : رئیس صاحب، اب تک ایک ہزار سے زائد ناول، پانچ سو سے زائد افسانے،

www.urduchannel.in

ستّر سے زائد ریڈیو کے لئے ڈرامے اور Skits ، ٹی۔وی کے لئے سیریل، اسٹیج کے لئے ڈرامے لکھ چکا ہوں۔ غزلوں اور نظموں کے دو مجموعے چھپ چکے ہیں۔

رئیس : لکھنے کا سلسلہ کب سے شروع ہوا اور ابتداء میں موضوعات کیا رہے؟

اثر : اسکول کے زمانے سے ہی سائنس میں دلچسپی تھی، لہٰذا اردو اور ہندی، دونوں زبانوں میں سائنس فکشن لکھے۔ اس کے بعد سائنس کی مختلف شاخوں پر مضامین لکھنے شروع کیے۔ سائنسی مضامین کی ایک کتاب ''سائنس کیا ہے؟'' چھپ چکی ہے۔ دوسری کتاب ''آج کی سائنس'' زیرِ طبع ہے۔

رئیس : بچوں کے لئے سب سے پہلے کب اور کیا لکھا، کہاں شائع ہوا اور آپ بچوں کے لئے کیا کیا لکھتے رہے ہیں؟

اثر : بچوں کے لئے سب سے پہلے ایک کہانی رسالہ ''کھلونا'' میں ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی۔ ''کھلونا'' کے لئے بہت سی کہانیاں بھی لکھی ہیں۔ بچوں کے لئے ایک سائنسی ناول ''زندہ گڑیا'' لکھا جو دہلی اردو اکیڈمی کے رسالے ''اُمنگ'' میں دو سال تک قسطوار شائع ہوتا رہا۔ بچوں کا ایک ڈرامہ ''پیاسا'' شائع ہو چکا ہے۔ بچوں کے لئے کامکس اور دادی اماں کی کہانیاں لکھیں۔ بچوں کے لئے سائنسی معلوماتی مضامین بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ این۔سی۔ای۔آر۔ٹی۔ کی شائع کردہ چھٹی کلاس سے لے کر بارہویں کلاس تک کی تمام نصابی کتابوں میں سائنسی مضامین میرے تحریر کردہ ہیں۔ دس سال پہلے بھی آٹھویں کلاس کی کتاب میں کمپیوٹر پر میرا مضمون شامل تھا۔ ریڈیو کے لئے بچوں کے لئے دو سیریل لکھے۔ ایک ''دِلّی پٹ کے بحری سفر''، دوسرے ''ایلس اِن ونڈر لینڈ''۔ یہ دونوں سیریل اردو سروس سے براڈ کاسٹ ہوئے تھے۔

رئیس : ناول اور کہانی میں بنیادی فرق کیا ہے؟

اثر : دونوں میں واضح فرق ہوتا ہے۔ ناول پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جبکہ کہانی زندگی کے کسی ایک پہلو یا واقعہ پر مبنی ہوتی ہے۔ البتہ جاسوسی ناول کسی جرم کی تفصیل ہوتے ہیں۔

www.urduchannel.in

رئیس : اردو میں بچوں کا ادب دیگر زبانوں کے مقابلے میں کس حیثیت کا ہے؟

اثر : اردو زبان میں بچوں کا ادب کسی دوسری زبان سے کمتر نہیں، لیکن انگریزی زبان جیسا کام اردو زبان میں نہیں ہوا۔

رئیس : آپ کے نزدیک بچوں کے ادب کو مالا مال کرنے والے چند نام؟

اثر : بچوں کے لکھنے والوں میں اسمٰعیل میرٹھی، افسر میرٹھی، شفیع الدین نیّر، ڈاکٹر ذاکر حسین، سراج انور، اظہر افسر، احمد جمال پاشا، مظہر الحق وغیرہ بہت سے نام آتے ہیں۔ آپ بھی بچوں کے ادب کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ میری نیک خواہشات اور دعائیں۔

رئیس : سنا ہے کہ آپ Ghost Writing یعنی دیگر ناموں سے بھی لکھتے ہیں؟

اثر : جی ہاں، بچوں کے لئے بارہ کتابوں کا ایک سیٹ گھوسٹ نام سے چھپا تھا۔ دراصل سائنس اور شاعری کے علاوہ مجھے اپنا نام چھپنے کی فکر نہیں ہوتی۔ افسانے اور ناول وغیرہ میں میرے لئے صرف معاوضہ اہم ہوتا ہے کیونکہ زندگی بھر ملازمت نہیں کی۔ قلم سے ہی روزی روٹی کمائی ہے اور آج تک کما رہا ہوں۔ خدا کا شکر یہ ہے کہ فری لانس رہنے کے باوجود عزت اور آرام کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔

ہندی میں وکاس، ایتابھ، درپن، ارون کمار، پروفیسر دواکر، ڈاکٹر رمن وغیرہ ناموں سے ناول لکھتا رہا ہوں۔ میرے ہندی ناول دو دو لاکھ کی تعداد میں چھپتے رہے ہیں۔ لیکن آج کل کتاب کا زمانہ ختم ہو رہا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا نے سب کچھ ختم کر دیا۔ میرے خیال میں فلمی دنیا کو چھوڑ کر اردو میں کوئی ادیب یا شاعر صرف قلم کے سہارے روزی نہیں کماتا۔ اس سلسلے میں اکیلے میرا نام آتا ہے، بلکہ پاکستان میں بھی لوگ یہ جان کر حیران ہوتے تھے کہ میں اردو کا ادیب ہو کر ہندوستان میں صرف قلم سے روزی کماتا ہوں۔

رئیس : آپ کو رائٹر بننے کا شوق کیسے پیدا ہوا؟

اثر : مجھے رائٹر بننے کے لئے حالات نے اکسایا تھا۔ دہلی آنے کے بعد ہی دو

www.urduchannel.in

رسالوں میں پارٹ ٹائم ایڈیٹر بن گیا۔ ۱۹۵۳ء میں ''ناگن'' ناول چھپا جس سے مجھے ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی۔ سائنسی مضامین اور شاعری سے بین الاقوامی ادبی حلقوں میں تعارف ہوا۔ پاکستان کے کئی رسالوں اور ڈائجسٹوں میں میرے سائنسی مضامین، شاعری اور انشائیے چھپتے رہے ہیں۔

پتہ: Y-5، نیو رنجیت نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۸

OO

www.urduchannel.in

مظفر حنفی

(ناقد و شاعر)

رئیس: میرا پہلا اور بنیادی سوال یہ ہے کہ آپ اتنے مصروف اور اہم شاعر ہیں، مشہور نقاد ہیں، پھر آپ نے بچوں کے لئے لکھنا کیسے شروع کر دیا؟

مظفر: میاں، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ میں نے جب سے قلم اُٹھایا ہے، بچوں کے لئے لکھ رہا ہوں۔ بڑوں کے لئے خامہ فرسائی تو بعد میں شروع کی ہے۔

رئیس: اچھا، تو آپ کی زندگی کا آغاز ادبِ اطفال سے ہوا ہے۔ آپ اس جانب کیسے مائل ہوئے؟

www.urduchannel.in

مظفر: والد صاحب بچپن میں ہم لوگوں کے لئے بچوں کے رسالے، پھول، غنچہ وغیرہ لے کر آتے تھے۔ میں بہت چھوٹا تھا۔ اس وقت بھی اپنی بڑی بہنوں سے ان رسالوں میں چھپنے والی کہانیاں اور نظمیں پڑھنے اور سنانے کی ضد کیا کرتا تھا۔ دوسری کلاس میں پہنچا تو خود پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ پھر مڈل اسکول کی لائبریری میں بچوں کی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ ہاتھ لگا۔ انہیں دن رات پڑھتا رہا۔ کھیلنے کودنے سے زیادہ کہانی، قصے اور بچوں کی نظمیں وغیرہ دلچسپ اور اچھی لگتی تھیں۔ الغرض مرض بڑھتا گیا.....

رئیس: پھر لکھنے اور رسالوں میں چھپنے کی نوبت کب آئی؟

مظفر: (ہنستے ہوئے) بھائی پڑھنے کا شوق اس انتہا کو پہنچ گیا کہ مڈل کے زمانے میں ہی ''الف لیلیٰ''، ''آرائش محفل'' اور ''داستان امیر حمزہ'' وغیرہ کئی بار پڑھ ڈالیں۔ اسی جنون میں ایک بار ''طلسم ہوشربا'' میں اُلجھا ہوا تھا کہ والد صاحب نے دبوچ لیا۔ امتحان کا زمانہ تھا، خوب سرزنش کی گئی کہ نصابی کتابوں کی جگہ داستانیں کیوں پڑھتا ہوں؟ برسبیل تذکرہ موصوف یہ بھی کہہ گئے کہ پڑھ لکھ کر اس قابل بنو کہ لوگ تمہاری کتابیں پڑھیں۔ بس، بات نے دل میں گھر کر لیا اور اُسی دن سے بچوں کے لئے کہانیاں اور نظمیں ہونے لگیں۔

رئیس: پہلے پہل بچوں کے کن رسائل میں شائع ہوئیں آپ کی تخلیقات؟

مظفر: دہلی سے بچوں کا رسالہ ''کھلونا'' اُسی زمانے سے نکلنا شروع ہوا تھا۔ کچھ دن بعد وہیں سے ''پھلواری'' جاری ہوا۔ لکھنؤ سے ''کلیاں'' نکلتا تھا۔ کچھ پرچے کراچی، لاہور، مالیگاؤں، بھوپال سے شائع ہوتے تھے۔ ناگپور سے فیض انصاری ''چاند'' نکالتے تھے۔ شفیقہ فرحت کا ''کرنیں'' تھا۔ ان رسالوں میں ۱۹۵۳ء تک میری کہانیاں اور بچوں کی نظمیں دھڑا دھڑ چھپتی رہیں۔ غالباً ۱۹۵۴ء میں مکتبہ ''کلیاں'' (لکھنؤ) نے بچوں کے لیے قلمبند کردہ میری پہلی کتاب ''بندروں کا مشاعرہ'' شائع کی تھی۔

رئیس: ماشا اللہ، بڑوں کے لیے بھی آپ نے خوب خوب لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہندوستان و پاکستان میں آپ سب سے زیادہ چھپنے والے قلمکار ہیں۔ شاید اسّی (۸۰)

www.urduchannel.in

کے آس پاس تعداد ہے آپ کی تصانیف کی؟

مظفر: رئیس صاحب، واقعاتاً تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ صرف قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے ہی میری تیار کردہ ''وضاحتی کتابیات'' کی بائیس جلدیں شائع کی ہیں۔ میری مرتبہ ''کلیات ساغر نظامی'' تین جلدوں میں ہے۔ مترجمہ کتاب ''گلاب مجمع الجزائر'' کے تین ضخیم دفتر چھپے ہیں۔ پچپن ساٹھ کتابیں اور ہیں۔ دراصل میں نے لکھنے پڑھنے (اور پڑھانے) کے علاوہ کوئی دوسرا شوق پالا ہی نہیں۔ چونکہ میرا یہ کام کئی اصناف میں ہے، مثلاً فکشن، تنقید، شاعری، تحقیق، ترتیب وتدوین، ترجمہ، سفرنامہ، ادبی صحافت وغیرہ وغیرہ، اس لیے تصانیف کی تعداد زیادہ ہوگئی۔

رئیس: اس گہما گہمی میں ادبِ اطفال سے آپ کی دلچسپی ظاہر ہے کم ہوگئی ہوگی؟

مظفر: کچھ اثر تو ضرور پڑا، لیکن بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ آج بھی لکھتا ہوں۔ آپ رسالوں میں.....

رئیس: جی ہاں، ''اُمنگ، گل بوٹے، پیام تعلیم، راشٹریہ سہارا'' وغیرہ میں بچوں کے لیے آپ کی دلچسپ نظمیں اکثر شائع ہوتی ہیں، البتہ نثر میں شاید آپ نے بچوں کے لیے لکھنا ترک کر دیا ہے۔

مظفر: آپ کا خیال اس حد تک درست ہے کہ ادب اطفال کے سلسلے میں نظمیں زیادہ ہو رہی ہیں لیکن نثر کا سلسلہ یکسر منقطع نہیں ہوا ہے۔ بڑوں کے لیے افسانے لکھنا تو میں نے بہت پہلے ترک کر دیا تھا لیکن بچوں کی کہانیوں پر مشتمل میرا مجموعہ ''نیلا ہیرا'' مکتبہ پیام تعلیم (دہلی) نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا تھا جو اتنا مقبول ہوا کہ اس کے درجنوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ عنقریب ملک بک ڈپو (دہلی) سے بچوں کی کہانیوں اور ڈراموں کا مجموعہ ''حلوہ چور'' بھی منظر عام پر آنے والا ہے۔

رئیس: ان سب میں کون سی تخلیقات سب سے زیادہ پسند کی گئیں؟

مظفر: ''نیلا ہیرا، خزانے کا بھوت، پُراسرار قیدی، جنگ نہ ہونے پائے، سائیکل ریس'' وغیرہ۔

www.urduchannel.in

رئیس: آپ کی نظموں کا خوبصورت مجموعہ ''کھیل کھیل میں'' میری نگاہ سے گزرا ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی کتاب ہے بچوں کی شاعری سے متعلق آپ کی؟

مظفر: جی ہاں، ملک بک ڈپو سے ''شیر آیا'' چھپ رہی ہے۔

رئیس: کچھ مقبولِ عام نظموں کے عنوان.....؟

مظفر: ''مزدور کی عظمت، بے موسم فٹ بال، سڑک پر کرکٹ، اپنی اپنی بولیاں، پتنگ کا مرثیہ، عدّو چلے اُناؤ، مساوات کا گیت'' وغیرہ بہت سی چیزیں ہیں، کہاں تک نام گنائے جائیں۔

رئیس: کیا ان میں سے کچھ تدریسی نصابات میں بھی شامل ہیں؟

مظفر: جی ہاں، کئی چیزیں ہیں۔ ریاست دہلی، مغربی بنگال، مہاراشٹر اور دوسرے کئی علاقوں میں مختلف درجات کی درسی کتب میں میری کئی نظمیں، مثلاً 'مزدور کی عظمت، مساوات کا گیت'' وغیرہ برسوں سے شاملِ نصاب ہیں۔ اسی طرح میری ایک نظم ''اپنے چاروں جانب دیکھو'' جماعتِ اسلامی کے تمام اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

رئیس: حنفی صاحب، کیا آپ کو محسوس نہیں ہوتا کہ ادب اطفال میں اتنے کام کے باوجود نقاد اس میدان میں آپ کے کارناموں کا اعتراف نہیں کرتے؟

مظفر: حضرت، میں اس سلسلے میں اپنے کئی مضامین میں عرض کر چکا ہوں کہ اردو تنقید فنکاروں کو ٹکڑوں میں بانٹ کر دیکھنے کی عادی ہے۔ کسی کو غزل کا شاعر کہہ کر مطمئن ہے تو کسی کو ناول نگار کہہ کر خوش ہو لیتی ہے۔ اب اگر کسی کا کام متعدد اصناف میں ہے تو اس کی خدمات کے بہت سے پہلو بے اعتنائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی درجنوں بڑے ناقدین نے اپنے مضامین میں بچوں کے ادیب و شاعر کی حیثیت سے میری خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ البتہ مفصل اور انفرادی مضامین ڈاکٹر رضیہ حامد، ڈاکٹر ممتاز الحق، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر محبوب راہی، اور ڈاکٹر خوشحال زیدی وغیرہ کے ہی آئے ہیں، بلکہ موخرالذکر دونوں کی کتابوں میں پورے پورے ابواب ہیں۔

رئیس: اور آپ کو ادبی خدمات کے سلسلے میں جو انعامات ملے ہیں وہ بھی غالباً بڑوں کی

www.urduchannel.in

کتابوں سے متعلق ہی ہیں؟

مظفر: نہیں، ایسا نہیں ہے۔ میری بچوں کی کہانیوں کی کتاب ''نیلا ہیرا'' پر دہلی، بہار اور اُتر پردیش کی اکادمیوں سے انعام ملے تھے۔ اس سال یو۔ پی اردو اکادمی نے نظموں کے مجموعے ''کھیل کھیل میں'' کو انعام سے نوازا ہے۔

رئیس: کتابوں پر انعام سے ہٹ کر بچوں کے ادیب کی حیثیت سے کوئی اور اعزاز.....؟

مظفر: جی ہاں، ۱۹۸۵ء میں ہندوستان کی جملہ قومی زبانوں کے مقابلے میں انڈین کونسل آف چائلڈ ایجوکیشن (دہلی) نے مجھے بہترین مصنف کے اعزاز سے نوازا۔ بلرام جاکھڑ صاحب (سابق اسپیکر پارلیمنٹ) اور نشان امتیاز چندولعل چندراکر (مرکزی وزیر) نے تفویض کیا۔ برسوں پہلے سارناتھ میں نیشنل بک ٹرسٹ (انڈیا) کے ورکشاپ برائے ادب اطفال میں مہاراجہ بنارس نے سراج انور اور اس خاکسار کو اعزاز واکرام سے نوازا تھا اور قلعہ بنارس میں کئی دن ہماری میزبانی کی تھی۔

رئیس: ادب اطفال کی تخلیق کے دوران کیا آپ کسی خاص نظریے پر عمل کرتے ہیں؟

مظفر: جناب، میں کیا اور میرا نظریہ کیا؟ البتہ اپنے لکھنے والے دوستوں سے اکثر کہتا ہوں کہ گھر سے اسکول تک بچے نصیحتیں سنتے سنتے عاجز آجاتے ہیں۔ ان کے لیے بچہ بن کر بچوں کی زبان میں دلچسپ چیزیں لکھو۔ ایسی کہ انہیں بچے، استاد یا والدین کے کہنے سے نہیں، بلکہ خود چن کر پڑھیں۔ محبوب راہی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ نصیحت آموز نظموں کو پسند کرنے والے بچوں کے خط اکثر رسالوں میں چھپتے ہیں۔ میرا جواب تھا کہ بھیّا وہ خطوط بھی بچوں کے نام سے ان کے والدین یا اساتذہ لکھتے ہیں۔ تخلیق پڑھ کر نتیجہ بچوں کو خود اخذ کرنے دو۔

رئیس: اس کا مطلب یہ ہوا کہ ادب اطفال میں بچوں کے لیے پند ونصیحت کی کوئی گنجائش نہیں ہے؟

مظفر: میں غیر درسی کتب و رسائل کی بات کر رہا ہوں۔ نصیحت آموز کہانیاں اور نظمیں وغیرہ تو تمام درسی کتابوں میں لازماً شامل ہوتی ہیں۔ خود میں نے این۔ سی۔ ای۔ آر۔

www.urduchannel.in

ٹی کے ہفت روزہ ورکشاپ منعقدہ حیدرآباد میں شرکت کے دوران ایسی پانچ نظمیں کہی تھیں۔ اس ورکشاپ میں ہندی، پنجابی، انگریزی اور اردو کے قلمکاروں نے شرکت کی تھی۔ یہ ورکشاپ Population Education سے متعلق تھا۔ اختتامی سیشن میں ڈائریکٹر نے اعلان کیا تھا کہ چاروں زبانوں میں سب سے اچھی نظمیں اردو کے شاعر نے کہی ہیں۔ ورکشاپ میں یہ بھی طے پایا تھا کہ یہ پانچوں نظمیں NCERT کی سفارش کے ساتھ تمام ریاستی محکمہ جات تعلیم کو بھیجی جائیں تاکہ دوسری علاقائی زبانوں میں ان کے تراجم درسی کتابوں میں شامل کیے جاسکیں۔

رئیس: ادب اطفال کے سلسلے میں آپ کے کچھ اور لائق ذکر کارنامے ہوں تو میں ریکارڈ کرنا چاہوں گا۔

مظفر: اردو میں ادبِ اطفال پر پہلا تحقیقی کام میری نگرانی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں خوشحال زیدی نے مکمل کیا تھا۔ حکومت ہند کی شائع کردہ انگریزی کتاب Children's Literature in Indian Languages میں اردو میں ادب اطفال کے عنوان سے میرا مضمون حاصل کتاب قرار پایا تھا۔ ادب اطفال کے مسائل اور صورت حال پر متعدد مضامین بھی میں نے قلمبند کیے۔ بچوں کے لیے لکھنے والے درجنوں قلمکاروں کی کتابوں پر میں نے دیباچے بھی لکھے ہیں۔

OO

www.urduchannel.in

رئیس صدیقی

میں: بچپن میں بچوں کے بہت سے شوق ہوتے ہیں لیکن میری معلومات کے مطابق آپ کے شوق دوسرے بچوں سے کچھ الگ تھے۔ ایسا کیوں؟

رئیس: دراصل بچپن ہی سے یہ بات میرے مزاج میں شامل ہوگئی تھی کہ ہر جگہ میں کسی نہ کسی اعتبار سے الگ نظر آؤں۔ لہٰذا میں کچھ ایسا کام کرنے کی فکر میں رہتا تھا جس سے گھر، خاندان اور محلے کے لوگ مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور میری قدر کریں۔

میں: تو آپ نے بچپن میں ایسے کون سے کام کرنے کی کوشش کی جن سے آپ دوسرے بچوں کے مقابلے میں الگ نظر آتے تھے؟

رئیس: سب سے پہلے تو میں ہر وقت صاف ستھرا رہتا تھا۔ کپڑے نہ صرف صاف

www.urduchannel.in

ستھرے بلکہ پریس کئے ہوئے اور لباس کے رنگوں کے معاملے میں ہمیشہ سنجیدہ رہتا تھا۔ یعنی سفید یا پھر کریم کلر کے کپڑے پسند کرتا تھا۔ بڑوں کی باتوں اور کاموں کو بہت دھیان سے سیکھتا تھا اور ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ پڑھنے لکھنے میں ہمیشہ دلچسپی لیتا اور ہر کام، ہر بات میں سلیقہ مندی کا خیال رکھتا تھا۔

میں: شروع میں آپ نے کیا لکھا؟ کہاں چھپا اور اس وقت آپ نے کیسا محسوس کیا؟

رئیس: مجھے چونکہ اپنے اوپر یہ بھروسہ زیادہ نہیں تھا کہ میری طبع زاد کہانی کہیں چھپ جائے گی۔ اس لیے بچوں کی دو انگریزی کہانیوں کا ترجمہ اس انداز سے کیا کہ وہ ترجمہ نہ ہو کر طبع زاد کہانی لگ رہی تھیں۔ لیکن میں نے اپنا نام مترجم کی حیثیت سے ہی لکھا۔ چونکہ اس وقت میں لکھنؤ میں رہ رہا تھا، لہٰذا لکھنؤ کے سب سے بڑے اور معیاری اخبار روزنامہ ''قومی آواز'' میں بھیج دیں۔ اگلے مہینے میری ایک کہانی بچوں کے گوشے میں چھپ گئی۔ مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ میرا ہی نام ہے لیکن جب اگلے ہفتے دوسری کہانی بھی چھپ گئی تو میرا اعتماد مزید پُختہ ہوا اور پھر میں لکھنؤ سے نکلنے والے روزنامہ ''قائد'' کے بچوں کے صفحے کے انچارج افسر جعفری صاحب سے ملا جو آج کل آل انڈیا ریڈیو میں اردو نیوز کے انچارج ہیں۔ اس اخبار میں ہر ہفتے میری کہانیاں چھپنے لگیں۔ اس کے بعد ہندوستان سے نکلنے والے تقریباً ہر اخبار اور بچوں کے رسالے میں میری کہانیاں چھپنے لگیں۔ جیسے ہفتہ وار ''غنچہ'' (بجنور)، ماہنامہ ''نور'' (رامپور)، ماہنامہ ''کھلونا'' (دلّی)، ماہنامہ ''پیام تعلیم'' (دلّی) وغیرہ وغیرہ۔

میں: آپ کی کہانی نویسی کو کسی نے سراہا بھی؟

رئیس: میں ستائش کی تمنا کے بغیر کام کرنے میں یقین رکھتا ہوں لیکن ہمت افزائی تو سبھی کو اچھی لگتی ہے۔ مجھے اس وقت ماہنامہ ''نور'' (رامپور) کے مرتضیٰ ساحل تسلیمی کا وہ خط یاد آرہا ہے جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ اگر تم اسی طرح آسان زبان میں بچوں کے لیے لکھتے رہے تو ایک دن بچوں کے بہت بڑے ادیب بن جاؤ گے۔

میں: تو کیا آپ نے اپنے اداکاری کے شوق کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ دیا؟

www.urduchannel.in

رئیس: نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ میرا یہ شوق کبھی ختم نہیں ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ آج بھی یہ شوق برقرار ہے۔ بہرحال جب میں بڑا ہوا تو کانپور کے لاجپت بھون میں دو اسٹیج ڈرامے ''قانون اور آنکھیں'' اور ''دو کنارے'' میں کردار ادا کیے۔ ایک میں غریب مچھوارا بنا تھا تو دوسرے میں شاعر۔ اس کے بعد دلّی کے ماؤلنکر ہال اور کمانی آڈیٹوریم میں ڈرامہ ''انڈے کے چھلکے'' اور ''چناؤ ابھیان'' میں اہم کردار ادا کئے۔ ۱۹۸۶ء میں نئی دہلی میں منعقدہ نیشنل ڈرامہ فیسٹیول میں ڈرامہ ''پشچاتاپ'' بطور ہدایتکار پیش کیا۔ جسے رنزاَپ کے قومی انعام سے نوازا گیا۔ اس کے بعد ٹی۔وی اور ریڈیو میں کئی ڈراموں اور مختصر ترین فلموں (Quickies) میں مختلف کردار ادا کئے۔

میں: آپ نے صرف بچوں کے لیے کہانیاں لکھیں یا کچھ اور بھی؟

رئیس: میں نے بچوں کی کہانیوں کے علاوہ بہت سے مضامین اور ڈرامے وغیرہ بھی لکھے ہیں اور میں نے ادب اطفال کے لیے جو اہم ترین کام کیا ہے، وہ بچوں کے ادیبوں اور شاعروں سے انٹرویوز ہیں۔ بہرحال میری اس کوشش سے بچوں کے ادیبوں اور شاعروں کے انٹرویوز، ماہنامہ ''ٹافی'' (لکھنؤ) میں شائع ہوئے۔

میں: آل انڈیا ریڈیو سے آپ کیسے جڑ گئے؟

رئیس: اداکاری کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ اس لیے آل انڈیا ریڈیو، لکھنؤ میں چائلڈ ڈرامہ آرٹسٹ کی حیثیت سے آڈیشن دیا اور میں وہاں فیل ہوگیا۔ جب دلّی آیا تو ریڈیو سے جڑنے کا عزم برقرار تھا۔ لیکن یہاں کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ لہٰذا داخلہ پاس ملنا بھی دشوار تھا۔ ایک دن میں نے ریڈیو پر اردو میں افسر جعفری کو خبریں پڑھتے سنا۔ میں نے ''بچپن'' لکھنؤ اور روزنامہ ''قائد'' کا حوالہ دیتے ہوئے ملنے کی درخواست کی۔ کیونکہ اب میں نوجوان ہوگیا تھا، اس لیے پہچان کی خاطر اپنی شرٹ، پینٹ کا رنگ بتایا اور آئی۔ ٹی۔او پر لکڑی کے پل کے نیچے کی جگہ ملاقات کے لیے طے ہوئی۔ میں نے اردو سروس آل انڈیا ریڈیو میں پروگرام پیش کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے میرا نام پتہ ''نئی نسل، نئی روشنی'' پروگرام انچارج کو دے دیا۔ چھ ماہ گزر گئے لیکن کسی

www.urduchannel.in

پروگرام کے لیے نہیں بلایا گیا۔ ایک دن اردو سروس کے مشہور اناؤنسر اقبال وارثی انگریزی سے اردو میں ترجمہ کا کچھ کام افسر جعفری صاحب کے پاس لے کر گئے۔ افسر بھائی نے مفت میں کام کرنے کے لیے مجھے دے دیا۔ اس وعدے کے ساتھ کہ مجھے جلد ہی ایک افسانہ پڑھنے کے لیے بلایا جائے گا۔ یہ ۱۹۸۳ء کی بات ہے۔

میں: کس طرح کا تجربہ رہا ریڈیو پر جانے اور افسانہ ریکارڈ کروانے کا؟

رئیس: ریکارڈنگ پندرہ دن بعد کی تھی۔ لہٰذا میں روزانہ ٹیپ ریکارڈر کے سامنے افسانہ پڑھتا۔ اپنی کمیوں کو دور کرتا۔ مقررہ ریکارڈنگ کے دن میں ریڈیو کے استقبالیہ پر پہنچا۔ میں نے وہاں دو لفٹیں دیکھیں۔ ایک قطار میں کم آدمی تھے۔ میں اُسی قطار میں لگ گیا۔ دراصل وہ لائن دوردرشن جانے والوں کے لیے تھی۔ وہاں بیٹھے سینی صاحب بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے ریڈیو والی لائن میں لگنے کو کہا۔ بہرحال میں اردو سروس پہنچا۔ وہاں پروگرام افسر منیر صدر الدین کو افسانہ پڑھ کر سنایا۔ میں نے افسانہ اس قدر اعتماد اور پروفیشنل طریقے سے پڑھ کر سنایا کہ انہیں یقین نہیں آیا کہ میں پہلی مرتبہ ریڈیو میں باقاعدہ افسانے کی ریکارڈنگ کروانے آیا ہوں۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں نے بے حد مشق کی ہے، یہ اُسی کا نتیجہ ہے۔ پروگرام نئی نسل نئی روشنی آدھے گھنٹے کا پروگرام تھا۔ میں نے صرف دس منٹ کا افسانہ پڑھا۔ نیّر صاحبہ اس قدر خوش ہوئیں کہ انہوں نے دو پرانے پروگرام کمپیئرر کو بلایا اور کہا کہ وہ دونوں میرا افسانہ پڑھنے کے بعد مجھ سے افسانہ نگاری پر بیس منٹ بات چیت ریکارڈ کریں۔

میں: ٹی۔وی میں کیسے آئے اور آپ کا پہلا پروگرام کس طرح کا تھا؟

رئیس: ریڈیو کے بغل میں، دوسری جانب دہلی دوردرشن کیندر تھا۔ لیکن وہاں میں کسی کو جانتا نہیں تھا۔ اس لیے اس عمارت میں داخل ہونے کے لیے پاس نہیں بن سکتا تھا۔ آکاشوانی بھون میں آل انڈیا ریڈیو کا ہیڈکوارٹر بھی ہے۔ وہاں ریڈیو کے ڈپٹی چیف پروڈیوسر اور جانے مانے شاعر وادیب کمال احمد صدیقی بھی بیٹھتے تھے۔ ایک بار وہ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی میں ایڈوانسڈ ڈپلوما اِن ماس میڈیا کے کورس کے طالب

www.urduchannel.in

علموں

کو، جن میں یہ بندہ بھی حاضر تھا، ریڈیو کے بارے میں لیکچر دینے آئے تھے۔ مجھ سے وہ کچھ بے تکلف ہوئے تو میں نے بتایا کہ آپ کی بلڈنگ میں میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ اس لیے میں کسی ٹی۔وی پروڈیوسر سے نہیں مل پاتا ہوں۔ انہوں نے کہا تم میرا نام بتا کر آجایا کرو۔ ان کی اس کرم فرمائی کی وجہ سے میں اس عمارت میں جا کر ٹی۔وی پروڈیوسروں سے ملنے لگا۔ لیکن پروگرام ملنا اتنا ہی مشکل تھا، جتنا آج کل سرکاری نوکری ملنا مشکل ہے۔ ایک دن کسی نے مشورہ دیا کہ تم راشٹر پتی بھون کے اسکول میں انگریزی پڑھاتے ہو۔ کیوں نہ تم انگریزی اسکول ٹی۔وی کے لیے کوشش کرو۔ میں اسکول ٹی۔وی انگریزی کی اسکرپٹ رائٹر للی بھاردواج (Lily Bhardwaj) سے ملا جو ایک اسکول میں انگلش ٹیچر بھی تھیں۔ بہت جدوجہد کے بعد انہوں نے چھٹی کلاس کے ایک سبق ناٹی کملا (Naughty Kamla) میں باپ کا کردار دیا۔ بچی کو مجھے اسکول سے لے کر جانا تھا۔ کسی صاحب کی بیٹی لے کر نیا سوٹ پہن کر میں ریکارڈنگ کے لیے پہنچا۔ وہاں میری بیوی کا کردار ادا کرنے کے لیے ڈفینس کالونی نئی دہلی میں رہنے والی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ کسی پبلک اسکول کی پڑھی لکھی تھی اور فراٹے سے انگریزی بول رہی تھی۔ ظاہر ہے میں یو۔پی کے سرکاری اسکول میں پڑھا لکھا ایک متوسط خاندان کا لڑکا تھا۔ میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ لیکن ہمت نہیں ہاری۔ بے شک وہ میرے مقابلے میں ہر اعتبار سے بہتر تھی لیکن پہلی بار کیمرہ فیس کرنے کے باوجود میری اداکاری، اعتماد، ڈائیلاگ ڈلیوری، سب کچھ اس لڑکی سے کہیں بہتر تھا۔ لہٰذا میری بہت ستائش ہوئی۔ یہ ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔

میں: جب آپ خود پروگرام افسر بن گئے تب کیسا لگا؟

رئیس: جب یو۔پی۔ایس۔سی سے خط آیا کہ میں پروگرام ایگزیکیوٹیو چن لیا گیا ہوں تب مجھے خوشی تو بہت ہوئی لیکن میں اس وقت تک ریڈیو اور ٹی۔وی کے تقریباً ہر طرح کے پروگرام کر چکا تھا۔ دونوں جگہ بہت مصروف بھی تھا۔ لہٰذا میں نے تقریباً دس ماہ تک

www.urduchannel.in

اس عہدہ کو قبول نہیں کیا۔ بعد میں لوگوں کے مشورے پر یہ عہدہ قبول کر لیا۔ گو کہ اس ملازمت میں آنے کے بعد میری زندگی کا رخ بدلا اور جن لوگوں سے ملنا میرے لیے دشوار ہوتا تھا یا جن سے ملنے کی خواہش ہوتی تھی، پہلے میں اُن کے سامنے پڑھتا تھا اب میں خود اس کرسی پر بیٹھتا ہوں.....لیکن میں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ میں اپنا وہ وقت نہ بھولوں۔ لہٰذا میں نئے جدوجہد کرنے والوں کے لیے تہہ دل سے ہر ممکن مدد کرتا ہوں۔ وقت نکال کر ان سے ملتا ہوں، انہیں مشورے دیتا ہوں، انہیں بغیر کسی معاوضہ کے تربیت دیتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطا کی ہے کہ میں اردو زبان وادب اور میڈیا میں اپنا کیریئر بنانے والوں کے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں، کر رہا ہوں۔

میں: آپ کی پوسٹنگ کہاں ہوئی۔ وہاں کس طرح کے تجربات سے دور چار ہونا پڑا۔

رئیس: میری پہلی پوسٹنگ آکاشوانی بھوپال میں ہوئی۔ مجھے لکھنؤ کے بعد سب سے زیادہ دلّی عزیز ہے کیونکہ معاشی ترقی اور شہرت کے اعتبار سے یہ شہر میرے لیے بہت مبارک ثابت ہوا۔ لیکن اس سے زیادہ مبارک ہوا شہر بھوپال کیونکہ بھوپال کی ایک دوشیزہ ثمینہ میری شریک حیات بنیں۔ اس وقت وہ دوردرشن بھوپال میں ہندی نیوز ریڈر تھیں۔ ان کے والد صاحب آکاشوانی بھوپال میں سینئر اناؤنسر تھے۔ ثمینہ اب یہاں AIR FM Rainbow پر مختلف پروگرام پیش کرتی ہیں اور دوردرشن پر ہندی نیوز پڑھتی ہیں۔

(ابھی یہ انٹرویو میرے ذہن کے پردے پر کسی فلم کی طرح چل ہی رہا تھا کہ ثمینہ کی آواز آئی.....

''اُٹھو، تمہاری پیاری بیٹی سمن اسکول جانے سے پہلے ہمیشہ کی طرح تمہیں سلام کر کے، تمہاری دعائیں لے کر جانا چاہتی ہے۔''